بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد زمام خلافت حضرت معاویہؓ کے ہاتھ میں آئی، حضرت معاویہؓ رسول اللہ ﷺ کے کاتبین وحی میں سے تھے اور بڑے مدبر اور سیاسی سوجھ بوجھ کے مالک تھے، مکہ اور مدینہ جواب تک اسلامی حکومت کے دل ودماغ اور دارالخلافۃ تھے، آئے دن فتنوں کی آماجگاہ اور سیاسی کش مکش کے مرکز بنتے جارہے تھے، اسی لئے حضرت معاویہؓ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مرکز خلافت کو مدینہ سے منتقل کرکے دمشق پہنچادیا جہاں وہ پہلے گورنر رہ چکے تھے، اور اس کے بعد فضا کو پوری طرح اپنے موافق بنانے اور اپنی حکومت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے بڑی حکمت عملی سے کام کرنا شروع کیا، اور تھوڑے ہی دنوں میں تمام ممالک اسلامیہ کو اپنے زیرنگین کرلیا، اور بیس سالہ اپنے دور حکومت میں بنوامیہ کی حکومت اور سطوت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردیا۔

بنوامیہ کی خلافت کی بنیاد قبائلی عصبیت اور عربوں کے تفوق کے نظریے پر قائم تھی، جو بعد میں وراثتی طرز حکومت میں تبدیل ہوگئی، چناں چہ خلفاء سے لیکر فوج اور حکومت کے ادنی کارندے تک سب عرب اور ان میں بھی اموی یا ان کے ہمدرد یا بہی خواہ تھے، یہ بات مکہ اور مدینہ کے ارباب فکر ونظر اور اہل زہد وتقوی کو گراں گزرتی تھی، مگر انہوں نے حالات کا جائزہ لے کر، اور امت اسلامیہ کو مزید انتشار اور خلفشار سے بچانے کے خیال سے دل کی بات دل ہی میں رکھی، اور جوار حرمین میں قرآن وحدیث اور تفسیر کی درس وتدریس میں لگ گئے، صحابہ میں سے ان بااثر حضرات کو جن کے قول وفعل سے سیاست پر اثر پڑسکتا تھا، حضرت معاویہؓ نے ایسے عہدے اور منصب دئے، جن کی ذمہ داریوں میں پھنس کر وہ دوسری باتوں پر غور کرنے کے لئے وقت ہی نہ نکال پاتے تھے، مکہ، مدینہ اور حجاز کے دوسرے شہروں میں صحابہ کی اولاد کو، جن سے خلافت کی دعویداری کا خطرہ ہوسکتا تھا، مال ودولت، سامان تعیش، اور ناز ونعم کی زندگی وہ سامان مہیا کردئے کہ وہ سیاست کی وادیِ پُر خار سے دور رہنے ہی میں عافیت محسوس کرنے لگے، حضرت معاویہؓ نے یہ سب کچھ کیا تو تھا ان سے پیدا شدہ خطرات کی پیش بندی کے خیال سے، لیکن اس طرز عمل کے ردعمل کے طور پر عربی ادب میں ایک انتہائی خوبصورت صنف سخن ظاہر ہوئی جو شاید اگر یہ سب کچھ نہ ہوتا تو پیدا نہ ہوسکتی، اور وہ صنف تھی شعر میں ''غزل'' کی، جس نے اس زمانہ میں اتنی ترقی کی کہ دوسرے اصناف سخن پر چھاگئی۔

اسباب تعیش کی فراوانی، ناز ونعم کی زندگی، فکر فردا سے بے پرواہی، اور اس پر مستزاد احساس برتری، لطیف احساسات کو جلا، ذوق حسن وجمال کو نکھار، اور جذبات وخیالات کو رنگینی اور رعنائی عطا کرتے ہیں، اور جب یہ سارے عناصر عربی جیسی زبان سے ہم آہنگ ہوجائیں تو غزل کی وہ صنف جلوہ فگن ہوتی ہے جس میں شاعر اپنے جذبات وخیالات اور اپنے احساسات ومشاعر کو اپنے محبوب کے سامنے کھل کر بیان کرتا ہے، اور بخلاف جاہلی شعراء کے، اسے محض گریز کے طور پر، یا جسمانی لذت اندوزی کی خاطر معاملہ بندی کے طور پر نہیں استعمال کرتا بلکہ حکایت دیدہ ودل بیان کرتا ہے اور داغہائے جگر دکھاتا ہے جس میں جنسیت کی چاشنی ملاکر کلام کو شراب دوآتشہ بنادیتا ہے، اور یہی وہ غزل ہے جس کے لئے اس عہد کے سارے شعراء طبع آزمائی کرتے رہے لیکن اس کا سہرہ بندھنا تھا ایک قریشی نوجوان عمر ابن ابی ربیعہ کے سر پر۔

اباحی یا شوخ عربی غزل

چناں چہ بقول ڈاکٹر طہ حسین عربی ادب میں پہلی مرتبہ حقیقی عربی غزل بطن مکہ سے عمر ابن ابی ربیعہ ایک قریشی بانکے اور طرحدار نوجوان کی زبان سے ظاہر ہوئی، جس نے شاعری کی ابتدا بقول فرزدق ہذیان گوئی سے کی تھی، مگر بعد میں ''امام غزل'' بن گیا، کیونکہ اس نے صنف غزل میں زبان وبیان، وصف ومنظرکشی، مکالمہ ومعاملہ بندی اور حدیث دیدہ ودل کا ایسا اچھوتا، دل نشیں اور سحر طراز انداز ایجاد کیا، جسے متقی اور پرہیزگار لوگ چپکے سے، شریف گھرانے کے لڑکے اور لڑکیاں چھپ کر، اور منچلے نوجوان گلی کوچوں میں، اور گانے بجانے والے بزمہائے طرب میں گاتے تھے، اور ایک عالم کو سرمست و بیخود بناجاتے تھے، جسے سن کر فرزدق جیسے قادرالکلام شاعر نے بے اختیار کہا تھا کہ ''خدا کی قسم! یہی وہ باتیں تھیں جنھیں درحقیقت شعراء کہنا چاہتے تھے، لیکن بھٹک کر دیار حبیب پر رونے دھونے لگ گئے، اور تقریبا یہی بات اس کے معاصر اور حریف شاعر جریر نے بھی کہی تھی۔

غزل کی اس صنف کے جلو میں دو نئی چیزیں پیدا ہوئیں اور وہ ہیں راگ ورنگ اور نغمہ وآہنگ، اس قسم کی غزل کا رنگ جم نہیں سکتا تھا جب تک کہ اس کے سوز دروں کو ساز دلربا سے ملا نہ دیا جاتا، چناں چہ پہلی مرتبہ حجاز کے ان شہروں یعنی مکہ ومدینہ میں فن موسیقی کا بھی ظہور ہوا، جس نے متمول نوجوانوں کی بدولت بڑی ترقی کی اور جو زمانہ عباسی میں عروج کو پہنچا۔

اغراض ومقاصد

عربی زبان وادب میں اموی دور کئی حیثیتوں سے ممتاز رہا ہے، اس دور میں دیگر اصناف سخن کے ساتھ ساتھ شاعری نے بھی خوب ترقی کی، اباحی غزل گو شعراء میں عمر بن ابی ربیعہ کو وہ شہرت حاصل ہوئی کہ اس کو اس صنف کا امام تسلیم کیا گیا، اس اکائی کو پڑھنے سے آپ اموی دور کی غزلیہ شاعری اور اس کی ترقی کے اسباب، خاص طور پر عمر بن ابی ربیعہ کی اباحی غزلیہ شاعری کے تعلق سے بھرپور معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔

نص متن = عمر بن ابی ربیعہ

ولقد دخلتُ الحيَّ تخشى أهله — بعد الهدوء وبعد ما سقط الندى

فوجدت فيه حرّة قد زينت — بالحلي تحسبه بها جمرَ الغضا

لما دخلت منحتُ طرفي غيرها — عمداً مخافة أن يرى ريبُ الهوى

كيما يقول محدث لجليسه — كذبوا عليها، والذي سمك العلى

قالت لأ تراب نواعم حولھا	بیضِ الوجوہ خرائد مثلِ الدّمی
باللہ رب محمد، حدّثنی	حقا أما تعجبین من ھذا الفتی
الداخلِ البیتَ الشدیدَ حجابہ	فی غیر میعاد، أما تخشی الردی
فأجبتھا إن المحب معوَّد	بلقاء من یھوی، وإن خاف العدی
فنعمت بالا إذ دخلتُ علیھم	وسقطتُ منھا حیثُ جئتُ علی ھوی
بیضاءُ مثلُ الشّمس حین طلوعھا	موسومۃ بالحسن، تعجبُ من رأی

صاحب اقتباس کا تعارف

پیدائش اور حالات زندگی:

ابوالخطاب عمر بن ابی ربیعہ قرشی مخزومی مدینہ میں اس رات پیدا ہوا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، لوگ کہنے لگے ''کتنا بڑا حق اٹھ گیا اور کتنا بڑا باطل اس کی جگہ لے گیا''، عمر بن ابی ربیعہ اپنے باپ عبداللہ کی ناز و نعمتوں میں پلا بڑھا، یہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے بعد تینوں خلفاء کے گورنر رہے، وہ خاصے مالدار اور آسودہ حال تھے، عمر نے مال و آسائش کی آسودگی، خوشحالی و فارغ البالی میں نشو و نما پائی، وہ کامل یکسوئی سے شاعری کی طرف متوجہ ہوا اور بچپن ہی میں شعر کہنے کے لئے بے فکر ہو گیا لیکن جریر اور فرزدق جیسے بڑے بڑے شعراء اسے خاطر میں نہ لائے، یہ مسلسل شاعری کی مشق کرتا رہا، شاعری کی مشکلات آسان کرنے اور شاعری کو سلیس بنانے میں لگا رہا یہاں تک کہ شاعری اس کے تابع بن گئی۔

عمر نے بچپن ہی میں شعر و شاعری شروع کر دی تھی، لیکن شروع میں لوگ اس کی شاعری کو ہذیان گوئی سمجھ کر اس کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے، لیکن جب اس نے اپنی وہ مشہور غزل کہی جس کا مطلع ہے

أمن آل نعم أنت غاد فمبکر	غداۃ غد أم رائح فمھجر

(کیا تو آل نعم کے پاس کل صبح صبح جائے گا یا شام کو جلدی جانے والا ہے)

تو سب کی آنکھیں کھل گئیں اور جریر جیسے مشہور زمانہ شاعر کو کہنا پڑا کہ ''یہ قریشی مستقل ہذیان گوئی کرتا رہا یہاں تک کہ شعر کہنے لگا''۔

عمر کی یہ غزل واقعی معانی و مطالب، اسلوب نگارش اور الفاظ کی سج دھج کے نقطہ نظر سے بڑی حسین، مؤثر اور دل آویز ہے، اس نے نہ صرف عمر کو قادر الکلام اباحی غزل گو شاعر کی حیثیت سے شہرت دوام بخش دی بلکہ عربی ادب میں محاکاتی اور حقیقی غزل کی ایک ایسی نئی صنف کو جنم دیا، جس کے لئے شعراء مستقل طبع آزمائی کرتے رہے تھے لیکن بقول جریر ''محبوبہ کے کھنڈرات میں بھٹک کر رہ گئے''۔

اس غزل کی کامیابی کے بعد عمر کی زبان اور قلم دونوں چل نکلے، چناں چہ عمر اب بے روک ٹوک محبت کے نغمے غزل کی زبان میں گاتا اور صرف رمز و اشارہ میں نہیں بلکہ اعلی اور شریف گھرانوں اور مکہ و مدینہ کے معزز اور باحیثیت لوگوں کی لڑکیوں کے نام لے کر علانیہ اظہار عشق کرتا۔

عمر ان لڑکیوں سے اپنی غزل میں صرف اظہار عشق ہی نہیں کرتا تھا بلکہ ان سے ملتا بھی تھا اور ان کی صحبت کا لطف اٹھاتا تھا، حج کا زمانہ بقول طہ حسین اس کی محبت اور غزل گوئی کا موسم بہار ہوتا تھا، اس زمانہ کے لئے وہ پہلے سے تیاری کرتا تھا، چناں چہ وہ ذی قعدہ میں ہی مکہ آ کر عمرہ کر کے احرام اتار دیتا، پھر خوب زرق برق اور قیمتی کپڑے پہنتا، اپنی زلفوں کو سنوارتا، پھر عمدہ قسم کی مہندی لگی اونٹنی پر زرتار جھول ڈال کر سوار ہوتا، اور اسی سج دھج کے ساتھ حاجیوں کے قافلوں کے راستوں میں جا کر کھڑا ہو جاتا، اور عراقی قافلہ کی عورتوں سے ذاتِ عرق میں، اور مدنی قافلوں کی عورتوں سے مُر میں، اور شامی قافلوں کی عورتوں سے کدید میں ملتا تھا، تفصیلی ملاقات کے لئے منی یا کسی دوسری پر سکون جگہ پر ملنے ملانے کے وعدے وعید لیتا، اور جب مراد بر آتی تو اس کی حکایت شوق ایک پھڑکتی ہوئی غزل میں بیان کرتا، اور اس طرح حج کے پورے زمانہ میں عمر ایک دنیائے حسن و شباب بسائے رکھتا اور جب حج کا زمانہ ختم ہو جاتا تو پھر ان عورتوں کو رخصت کرنے کی مہم میں لگ جاتا، چناں چہ صبح کو شامی قافلے کو رخصت کرتا تو شام کو عراقی قافلہ کو، اور اس طرح باری باری ہر خطے اور ہر شہر کے قافلوں میں اپنی محبوباؤں کو رخصت کرتا، اور واپس آ کر جدائی کے حسرت بھرے منظر کو الفاظ و معانی کے قالب میں ڈھال کر ایک ایسا حسین مگر دل دوز مرقع تیار کرتا جس کو دیکھ کر خود بھی تڑپتا اور دوسروں کو بھی تڑپاتا، اور یہ کلام گانے والوں کی زبانی، ان عورتوں کے اپنے گھروں میں پہنچنے سے پہلے ہی پہنچ کر وہاں دھوم مچائے رکھتا۔

عمر بن ابی ربیعہ شاعری میں غیر مانوس اور غیر معروف راستے پر چل نکلا، اس نے اپنی شاعری کو عورتوں کے اوصاف، ان کی باہمی ملاقاتوں اور ان کی آپس میں چھیڑ چھاڑ کو خوشنما الفاظ اور نئے اسلوب میں بیان کرنے میں محدود کر دیا، چنانچہ گویے اور ہنسی مذاق والے لوگ اس کے گرویدہ ہو گئے، گانے والیوں اور شراب نوشوں میں اس کو بڑی پذیرائی ملی، عوام الناس میں اس کی شاعری خوب گائی اور سنائی جانے لگی حتی کہ غیرت مندوں اور پرہیزگار لوگوں نے اس کے خلاف شور مچا دیا۔

ابن جریج کا قول ہے ''پردہ دار لڑکیوں کے پردہ میں ابن ابی ربیعہ کے اشعار سے زیادہ ضرر رساں کوئی چیز داخل نہیں ہوئی''، لیکن اس کی شرارت اسی حد پر ختم نہ ہوتی تھی بلکہ وہ حج کرنے والی عورتوں کے پیچھے لگ جاتا، امیر زادیوں اور شریف زادیوں سے عشقیہ شاعری کے ساتھ اظہار محبت کرنے لگتا اور طواف کرتی ہوئی محرم عورتوں کے اوصاف بیان کرتا، اور ارباب حکومت اس کی خاندانی رعایت، اور اس کی از خود توبہ کا انتظار کرتے ہوئے تحمل مزاجی اور بردباری سے اس کی ان حرکات کو برداشت کرتے رہے، لیکن خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اس کے اس بے جھجک مذاق اور اندھا دھند تمسخر اور اس کے جہالت میں انہماک کو برداشت نہ کر سکے، اسے ''دھلک'' کی طرف جلاوطن کر دیا جو کہ یمن اور حبشہ کے علاقے میں بحر احمر کے جزیروں میں سے ایک جزیرہ تھا جہاں بنو امیہ بطور سزا لوگوں کو جلاوطن کیا کرتے تھے، جب تک اس نے عشقیہ شاعری چھوڑنے کی قسم نہیں اٹھائی یہ وہیں مقیم رہا، اس نے سچی توبہ کی اور پھر عابد و زاہد بن گیا۔

حکومت اوراہم شخصیات کا عمر سے اغماز

عمر بن ابی ربیعہ نے عربی ادب میں پہلی مرتبہ کھلی ہوئی اباحی غزل کی، جس کی بنیاد جنسیت پر تھی، ایسی ریت نکالی جس نے عربی معاشرہ میں ایک ہل چل مچادی، اورابھرتی ہوئی نسل کے دل ودماغ پر ایک افسوں پھونک دی، ایسا لگتا تھا کہ صرف نوجوان ہی نہیں بلکہ اچھے خاصے سن رسیدہ بزرگ بھی اس کے کلام کے فسوں سازی سے مدہوش ہوئے جاتے ہیں، پھر بھی اس کے قلم اورزبان پر روک نہیں لگائی جاتی، اس کو کھل کر سزا نہیں دی جاتی اور نہ کوئی داروگیر کی جاتی ہے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ بڑے گھرانے کا فرداور بڑے باپ کا بیٹا تھا، جس کی وجہ سے محتسب حضرات بھی نظریں چراتے تھے۔

دوسری سب سے بڑی اوراہم وجہ یہ تھی کہ قریش میں اب تک کوئی بلند پایہ شاعر نہیں پیدا ہوا تھا، جس کی وجہ سے قریش کو فخر ومباہات کے موقعہ پر ذراسبکی ہوتی تھی، اب جو عمر اس طمطراق سے بلند پایہ شاعر کی حیثیت سے ابھر رہا تھا تو بڑے بوڑھے اور بزرگان قریش اس کی حرکتوں سے چشم پوشی کرتے تھے کہ شاید یہی اپنی تقدیر کا ستارہ بن کر آئندہ چمکے، اوراس طرح قریش کو دوسرے قبائل کی نظروں میں میدان شعروشاعری میں بھی برتری حاصل ہوجائے، اسی لئے ایسا لگتا ہے کہ اس کو کھلی چھوٹ ملی ہوئی تھی۔

عمر بن ابی ربیعہ اور محبت

راویوں کا کہنا ہے کہ عمر بن ابی ربیعہ نے جن عورتوں اورلڑکیوں کا نام لے کر اظہار عشق کیا ہے ان کی تعداد چالیس (۴۰) سے بھی زیادہ ہے، اوریہیں سے یہ سوال اٹھ کھڑا ہوا کہ عمر کو ان لڑکیوں میں سے کسی سے محبت بھی تھی یا محض خوش وقتی کے لئے ان سے اظہار عشق کرتا تھا، اس سلسلہ میں تین رائیں ہیں

(۱) ڈاکٹر طہٰ حسین کا خیال ہے کہ عمر عذری شعراء کی طرح نہ لاہوتی محبت کرتا تھا اور نہ ہی عباسی شعراء کی طرح ابتذال اورفحاشی کا رویہ اختیار کرتا تھا بلکہ ان دونوں کے بیچ معتدل حسی محبت کرتا تھا۔

(۲) ڈاکٹر زکی مبارک کی رائے یہ ہے کہ عمر کو کسی عورت سے محبت نہ تھی، اوراس کی دلیل میں عمر کی لاتعداد محبوباؤں کا ذکر کرکے کہتے ہیں کہ ''جو اتنی عورتوں سے ایک وقت میں اظہار عشق ومحبت کرتا ہو اس کو توسچی محبت ہو ہی نہیں سکتی''۔

(۳) تیسری رائے ڈاکٹر جبرائیل جبور کی ہے، انھوں نے اپنی کتاب ''حب عمر بن ابی ربیعہ'' میں تفصیل سے اس موضوع پر گفتگو کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ عمر کو اپنی لاتعداد محبوباؤں میں سے بعض سے قلبی محبت تھی، چناں چہ وہ کہتے ہیں کہ ''جو شخص بھی عمر کے اشعار، اس کی زندگی اوراس کی ان محبوباؤں کی زندگی کا مطالعہ کرے گا جن کے بارے میں اس نے غزلیں کہی ہیں، تو اس کو ایک محبوبہ کی محبت اور دوسری محبوبہ کی محبت میں، اورایک محبوبہ کی شان میں کہی ہوئی غزل اوردوسری کی شان میں کہی ہوئی غزل میں بڑا نمایاں فرق نظر آئے گا، درحقیقت عمر کے اشعار جو عمر کی محبت کا اہم مصدر ہیں، تین قسموں میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں

(۱) عمر کے کلام کی ایک قسم تو ان فنی اشعار کی ہے جنھیں عمر نے اپنے کسی دوست کی، یا دوست عورتوں میں سے کسی ایک کی فرمائش پر، یا اپنے معاصر شعراء یا ادباء میں سے کسی کے ذوق شعری کو پورا کرنے کے لئے کہے ہیں۔

(۲) دوسری قسم ان اشعار کی ہے جن میں جنسی اورحسی محبت کی چھاپ ہے جس میں عاشق جسمانی حسن کا دلدادہ دکھائی دیتا ہے، اورحسینوں سے صرف لطف اندوزی اور مطلب برآری اس کا مقصد ہوتا ہے۔

(۳) عمر کے کلام کی تیسری قسم وہ ہے جو عمر کی حقیقی اورسچی محبت کی آئینہ دار ہے، چناں چہ ان اشعار کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ محبت اس کے دل ودماغ، اس کی زبان، اس کی حس اورفکر ونظر سب پر چھائی ہوئی ہے، یہ محبت، محبوباؤں کے اختلاف کے ساتھ مختلف رہتی ہے، چناں چہ اگر اس نے ایک سے زیادہ عورتوں سے اظہار محبت کیا ہے تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ محبت کو جانتا ہی نہ تھا جیسا کہ ڈاکٹر زکی مبارک کا خیال ہے، بلکہ اس کے برخلاف ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جوایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ لڑکیوں کی محبت میں گرفتار ہوئے اوراس کی وجہ سے بڑی قلبی کش مکش میں مبتلا ہوئے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ عمر ذہنی طور پر نیک تھا وہ صرف اشعار میں باتیں کہتا تھا لیکن ایسا کرتا نہ تھا، کہتے ہیں کہ جب وہ آخری مرتبہ بیمار ہوا تو اس کا بھائی حارث گھبراہٹ کی وجہ سے سخت پریشان تھا تو عمر اسے کہنے لگا: میرا خیال ہے تو اس وجہ سے پریشان ہے جو تیرا میرے متعلق ذہن ہے، اللہ کی قسم میں نے کبھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا، تو بھائی کہنے لگا: مجھے تیرے متعلق اسی بات کا خطرہ تھا جو تو نے مجھ سے دور کردیا۔

عمر کی شاعری:

عمر کے اشعار دل میں اتر کر نفس میں رقت پیدا کردیتے ہیں، یہ انتہائی سلیس اورآسان ہیں، اس کے الفاظ خوشنما، وصف عمدہ، گرفت مضبوط اورزودفہم ہیں، عمر کی شاعری حسن وجمال کی تعریف اور عورت کے اوصاف بیان کرنے میں طبیعتوں کے ساتھ ہم آہنگ اورانسانوں کے خواہشات کے مطابق ہے، وہ اپنے حسب ونسب، جوانی اوراپنی دولت کے بل بوتے پر وہ کچھ کہنے میں کامیاب ہوگیا جسے کہنے کی دوسرا اجرأت نہ کرسکا، اس نے غزل کو افسانوی رنگ دیا، وہ عورتوں کا تذکرہ کرتا ہے، ان کی باتیں اوران کے آپس کے ہنسی مذاق اورچھیڑ چھاڑ کو بیان کرتے ہوئے اپنے آپ کو ان کے ساتھ شامل کرتا ہے، یہ اپنی شاعری اوراسلوب کے بل پر لوگوں کے ذہنوں پر اس طرح چھا گیا کہ انہیں مجبوراً اعتراف کرنا پڑا کہ قریش میں بھی شاعر ہے، جبکہ اس قبل لوگ اس بات کے منکر تھے، اورشعراء پر اس کا سکہ جم گیا حتی کہ جریر بول اٹھا ''خدا کی قسم! یہی وہ شاعری ہے جس کا تمام شعراء قصد وارادہ کرتے ہیں لیکن وہ اس حد تک پہنچنے میں غلطی کرتے ہیں اور محبوب کے کھنڈرات کے ذکر میں الجھ کررہ جاتے ہیں''۔

عربی زبان اس وقت تک عجمی اثرات سے یکسر پاک تھی، اس لئے اس نے اپنی زبان وبیان میں ایسی سحر آفرینی، اثر اندازی اورموسیقیت پیدا کردی تھی کہ کانوں میں رس گھول دیتی تھی اوربقول طہٰ حسین ''عربی ادب میں پہلی مرتبہ صحیح اوراصلی صنف غزل پیدا ہوئی'' کیونکہ تمام غزل گوشعراء میں اسے یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے عشق ومحبت، اس کے احوال وکیفیات اوردل ودماغ پر اس کے اثرات کا

صحیح اور بے لاگ نقشہ کھینچا ہے،عورتوں کے حسن وشباب، ان کے انداز واطوار، ان کی دل داری اور دل نوازی اور رنگینی ورعنائی کا بہت حسین اور کیف آور تصویر کشی کی ہے، عورتوں کی آپس کی چھیڑ چھاڑ، خود بینی وخودستائی اور ناز وادا کی بہت رنگین اور جذبات انگیز قصے بیان کئے ہیں، ہجر وفراق کی تپش اور سوز دروں کی حکایت خونچکاں بڑے دل دوز انداز میں بیان کی ہے، دوسری طرف وصال کی جاں فزا، روح پرور اور رنگین اوقات کا بہت والہانہ انداز سے ذکر کیا ہے، معاملہ بندی اور نسوانی مکالمہ نگاری میں وہ کمال فن دکھایا ہے، جس کی مثال اس سے پہلے عربی شاعری میں مشکل سے ملتی ہے۔

عمر کی شاعری کے ان خصوصیات کے باوجود آپ کو اس کی شاعری میں جمیل اور کثیر جیسے گہرے احساسات اور محبت کا پاکیزہ وصف نہیں ملے گا، عمر عورت باز تھا، عورتوں کے ساتھ میل جول اور گفت وشنید کرنا، دل بہلانا اور لطف اندوز ہونا پسند کرتا تھا، لیکن وہ ان میں سے کسی سے سچی محبت نہیں کرتا تھا سوائے ایک عورت کے، جس کا نام ثریا بنت علی بن عبداللہ بن حارث ہے، اس عورت کے ساتھ اس کا معاملہ صحیح عشق ومحبت کے مشابہ تھا۔

اقتباس کا ترجمہ

(۱) میں ایسے وقت گھر میں داخل ہوا جب کہ اہل خانہ شبنم گرنے اور صبح کے پرسکون ماحول کے بعد بھی سہمے ہوئے تھے

(۲) میں نے اس میں ایک شریف خاتون کو پایا جس کو ایسے زیورات سے آراستہ وپیراستہ کیا گیا تھا (اے مخاطب) جب تم اس کو دیکھو گے تو ایسا لگے گا جیسے وہ جھاؤ کے درخت کی چنگاری ہیں

(۳) جب میں داخل ہوا تو میں نے قصداً اپنی نظر دوسری طرف کر لی تا کہ عشق کی سراسیمگی ظاہر نہ ہو

(۴) تا کہ راوی اپنے ہمنشین سے اس ذات کی قسم کھا کر کہہ سکے کہ انہوں نے اس کے بارے میں جھوٹ سے کام لیا ہے

(۵) اس حسینہ نے اپنے پاس موجود گڑیوں کی طرح شرمیلی حسین وجمیل چہرے والی نازک سہیلیوں سے کہا

(۶) محمد کے رب اللہ کی قسم لے کر سچ سچ بتاؤ، کیا تمہیں اس نوجوان پر حیرت نہیں ہوتی

(۷) جو بے وقت ایسے گھر میں بے دھڑک داخل ہوا جس کے دربان بڑے سخت گیر ہیں، کیا اس کو اپنی ہلاکت کا اندیشہ نہیں ہے؟

(۸) تو میں نے اس حسینہ سے کہا کہ عاشق اپنی محبوبہ سے ملاقات کا عادی ہوتا ہے اگر چہ اس کو دشمنوں کا خوف ہو

(۹) میں جب ان کے پاس پہنچا تو بے انتہا خوش ہوا، یہاں پہنچ کر میں اس کی دام محبت کا شکار ہو گیا

(۱۰) طلوع ہونے والے سورج کی طرح وہ انتہائی حسین وجمیل ہے، وہ حسن وجمال سے موسوم ہے، دیکھنے والے کو بھا جاتی ہے

لغوی تحقیق

دخل یدخل دخولا (ن)	داخل ہونا، آنا
الحي (ج) الأحياء	قبیلہ
خشي يخشى خشية (س)	ڈرنا، خوف کھانا
أهل (ج) اہالی	
الهدوء	سکون
هدأ يهدأ هدوءا (ف)	پرسکون ہونا
سقط يسقط سقوطا (ن)	گرنا
الندى	شبنم
وجد يجد وجدانا (ض)	پانا
حرة (ج) حرائر	شریف عورت، آزاد عورت
زيّن يزين تزيينا (تفعيل)	آراستہ کرنا، سنوارنا
حلية (ج) حلى	زیور
حسب يحسب (س)	گمان کرنا، خیال کرنا
جمرة (ج) جمر	چنگاری، دہکتا ہوا انگارہ
الغضاة (ج) الغضا	جھاؤ کا درخت جس کی لکڑی بہت سخت ہوتی ہے اور اس کی چنگاری دیر تک نہیں بجھتی
منح يمنح منحا (ف)	عطا کرنا، دینا
طرف (ج) أطراف	نگاہ، آنکھ
عمدا	قصدا

عمد یعمد عمدا (ض)	قصد کرنا، ارادہ کرنا
مخافة	ڈر، خدشہ
رآی یری رؤیة	دیکھنا
ریع	عمدہ حصہ، کسی چیز کا افضل حصہ
الهوى	محبت
هوي يهوى هوى (س)	چاہنا، محبت کرنا
قال يقول قولا (ن)	کہنا، بولنا
محدث	قصہ گو
حدث يحدث تحديثا (تفعیل)	بیان کرنا
جلیس (ج) جلساء	ہمنشین
کذب یکذب کذبا (ض)	جھوٹ بولنا
سمک یسمک سمکا (ن)	بلند کرنا، اونچا کرنا
العلی	بلندی، رفعت
ترب (ج) أتراب	ہمجولی، ہمعمر، بچپن کا ساتھی (عموما لڑکیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے)

حول	اطراف
أبیض (ج) بیض	خوبصورت، روشن
وجه (ج) وجوه	چہرہ
خریدة (ج) خرائد	دوشیزہ، حیاءدار ، شرمیلی
دمیة (ج) دمی	گڑیا
عجب یعجب عجبا (س)	تعجب کرنا، حیرت میں پڑنا
فتی (ج) فتیة، فتیان	نوجوان
دخل یدخل دخولا (ن)	داخل ہونا، آنا
بیت (ج) بیوت	گھر
حاجب (ج) حجاب	دربان
میعاد	مقررہ وقت
ردی	ہلاکت
ردي یردی ردی (س)	ہلاک ہونا
أجاب یجیب إجابة (افعال)	جواب دینا
المحب	چاہنے والا، عاشق
أحب یحب إحبابا (افعال)	چاہنا
معود	عادی
عوّد یعوّد تعویدا (تفعیل)	عادی بنانا
لقاء	ملاقات، ملاپ
لقي یلقی لقاء (س)	ملنا، ملاقات کرنا
خاف یخاف خوفا ومخافة (س)	ڈرنا، خوف کھانا
عدو (ج) اعداء، عِدی	دشمن
نعم بالا (س)	دل ٹھنڈا ہونا، خوش ہونا، پرسکون ومطمئن ہونا

دخل علی (ن)	آنا
جاءیجی ءجیئۃ ومجیئا (ض)	آنا
بیضاء (ج) بیض	خوبصورت، گوری
شمس (ج) شموس	سورج
طلع یطلع طلوعا	نکلنا، نمودار ہونا
الحسن	حسن، خوبصورتی

ادبی صنف کا تعارف === صنف کی ہیئت وصورت

ادب کی دو قسمیں ہیں (۱) نظم (۲) نثر، مندرجہ بالا نص کا تعلق ادب کی قسم اول سے ہے، نظم کی کئی قسمیں ہیں جیسے مدح، فخر وحماسہ، مرثیہ، ہجو، وصف اور غزل وغیرہ، چوں کہ متن کا تعلق ان اقسام میں سے غزل سے ہے اس لئے ذیل میں غزل کی تعریف نقل کی جاتی ہے

غزل کے لغوی معنی ایسا کلام جس میں عورتوں کے حسن وعشق کا بیان ہو، عربی میں غزل کا مطلب عورتوں سے باتیں کرنا ہوتا ہے، ادبی اصطلاح میں غزل نظم کی وہ صنف سخن ہے جس میں عشق و محبت، حسن و جمال، گل وبلبل کے تذکرے، محبوب کے خدوخال کی تعریف، اس کے جوروستم، ہجروفراق کی تڑپ، کرب واضطراب اور محبوب کے وصال کی آرزو، جنون وعشرت، خزاں بہار، یاس وامید، شادی و غم کا ذکر ہو۔

متن اقتباس کا موضوع

مذکورہ بالا اشعار کا موضوع غزل ہے ۔

متن کی توضیح وتشریح

شاعران اشعار میں محبوبہ کے گھر میں اپنے داخل ہونے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ دیرصبح وہ ایک ایسے گھر میں داخل ہوا جہاں کا ماحول پرسکون تھا، اس کے باوجود لوگوں میں سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی، اس نے وہاں ایک حسین وجمیل دوشیزہ کو دیکھا جو زیورات سے آراستہ وپیراستہ تھی، زیورات کی چمک دمک ایسی تھی جیسے جھاؤ کے درخت کی چنگاری جو جلدی نہیں بجھتی ہے، اس نے گھر میں داخل ہوتے ہی اس دوشیزہ سے عمدا اپنی نظریں پھیرلیں تاکہ عشق کی بے چینی کی کیفیت کسی پر عیاں نہ ہو، اور راوی شاعر کے بارے میں حلفیہ یہ بیان دے سکے کہ آنے والا شخص پاکباز ہے، اگر لوگ کچھ چہ میگوئیاں بھی کریں تو وہ یہ کہہ سکے کہ لوگوں نے اس کی شبیہ بگاڑنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لیا ہے، شاعر جس بے باکانہ انداز میں گھر میں داخل ہوا اس کی بلند ہمتی اور جرأت پر محبوبہ اپنی سہیلیوں سے استفسار کرتی ہے کہ کیا تمہیں اس پر حیرت نہیں ہوئی کہ یہ کیسا نڈر اور بے باک شخص ہے جو گھر کے اطراف سخت پہرہ ہونے کے باوجود بھی پہنچ جاتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گھر سے یہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر نکلا ہے، محبوبہ کے اس حیرت واستعجاب کا جواب شاعر یہ پیش کرتا ہے کہ عاشق محبوبہ سے وصال کی راہ میں پیش آنے والی ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے جھیلنے کا عادی ہوتا ہے اور اس راہ میں دشمنوں کا اس کو مطلق خوف نہیں ہوتا، محبوبہ کے دیدار سے متمتع ہوکر شاعر کہتا ہے کہ میرا دل محبوبہ کے وصال سے باغ باغ ہوگیا اور میں آہستہ آہستہ اس کے دام محبت میں گرفتار ہوتا چلا گیا، محبوبہ کے حسن و جمال کو سورج سے تشبیہ دیتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ اس کے حسن وجمال کی رعنائی کا یہ عالم ہے کہ وہ دیکھنے والوں کو ایک ہی نظر میں بھاجاتی ہے اور انہیں اپنا گرویدہ بنالیتی ہے ۔

متن کی خصوصیات

شاعر نے منتخب الفاظ کے ذریعہ اپنے خیالات کی ندرت واحساسات کا انتہائی سلیس زبان میں ذکر کیا، مافی الضمیر کو واضح طریقہ سے ادا کیا ہے،

شاعر نے پہلے شعر میں محبوبہ کے گھر کے ماحول کو بیان کیا کہ جس وقت وہ گھر میں داخل ہوا گھر کا ماحول کیا تھا اور لوگوں کی کیفیت کیسی تھی۔

دوسرے شعر میں محبوبہ کے پیرہن کا اور اس کے زیورات کی کیفیت بیان کی کہ اس کی محبوبہ شرافت ونجابت کے ساتھ ساتھ بہترین زیورات سے آراستہ تھی

تیسرے شعر میں اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے دوران ملاقات شاعر نے اپنی نظروں کو دوسری طرف پھیرلیا تاکہ لوگ شک وشبہ میں مبتلا نہ ہوں

بعد والے اشعار میں شاعر نے حسینہ کی تعریف اور شاعر کے اس کے گھر میں بے خوف ہوکر داخل ہونے کو لے کر اس کے استعجاب اور سہیلیوں سے اس کا تذکرہ، اس سب چیزوں کا تذکرہ انتہائی آسان الفاظ اور دل نیشیں پیرایہ میں کیا گیا ہے۔

اسلوبی خصوصیات

عمر بن ابی ربیعہ اس زمانہ میں پروان چڑھا جب عربی زبان دیگر زبانوں کی ملاوٹ سے محفوظ، صرف قرآن وحدیث کے معجز نما اسلوب بیان اور دل نشیں طرز ادا، اور قریش کی صاف ستھری اور

خوبصورت زبان کے سہارے نکھر رہی تھی، عمر خود قریشی تھا اور اس کو بچپنے ہی سے قرآن وحدیث کی تعلیم کے علاوہ روایت ادب کی بھی تعلیم دی گئی تھی، اس لئے بچپن ہی سے زبان وبیان کے اسرار ورموز اس کی گھٹی میں پڑ گئے تھے، طبیعت رنگیلی اور مزاج عاشقانہ پایا تھا، اور شعر کہنے کا ملکہ فطرت نے ودیعت کیا تھا، اس لئے اس نے اپنے اشعار کو خوبصورت اور شیریں الفاظ کا جامہ پہنا کر اپنی رنگین طبیعت اور ذوق جمال کے رنگ وروغن سے انھیں سنوار کر چھوٹی بحروں میں ڈھالا ہے، شاعر نے ان اشعار میں تشبیہات اور فصاحت وبلاغت کے بہت سی قسموں کا استعمال کیا ہے، جس کی کچھ مثالیں مندرجہ ذیل ہیں

''ولقد دخلت الحی'':

شاعر نے اس شعر کا آغاز دو تاکیدی کلمات (لام تاکید اور قد) سے کیا اور اپنی بات کو موکد کر کے مخاطب کے انکار کو مسترد کر دیا، لہذا یہ خبر انکاری ہے (اس قسم کا تعلق علوم بلاغت کی تین اقسام میں سے علم المعانی سے ہے)

''تحسبہ بھا جم الغضا'':

اس شعر میں تشبیہ بلیغ ہے کیونکہ یہاں حرف تشبیہ اور وجہ شبہ دونوں ہی غیر مذکور ہیں۔

''والذی سمک العلی'':

یہ خبر طلبی ہے کیونکہ یہ قسمیہ جملہ ہے جو تاکیدی کلمات میں سے ہے۔

''خرائد مثل الدمی'':

یہ شعر تشبیہ مرسل ومجمل پر مشتمل ہے۔

''باللہ رب محمد'':

یہ خبر طلبی ہے کیونکہ یہ قسمیہ جملہ ہے جو تاکیدی کلمات میں سے ہے۔

''حدثنی حقا'':

حدثنی'' امر کا صیغہ ہے، لہذا یہ انشاء طلبی ہے۔

''اما تعجبن من ہذا الفتی'':

یہ جملہ استفہامیہ ہے لہذا یہ انشاء طلبی ہے۔

''اما تخشی الردی'':

یہ جملہ استفہامیہ ہے لہذا یہ انشاء طلبی ہے۔

''ان المحب معوذ'':

یہ خبر طلبی ہے کیونکہ اس جملہ کی ابتداء ان سے کی گئی ہے جو تاکیدی کلمات میں سے ایک ہے۔

''بیضاء مثل الشمس'':

تشبیہ مرسل ومجمل ہے۔

خلاصہ:

شاعر ان اشعار میں عشق کی دیوانہ وار کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ عاشق جب اپنی محبوبہ سے ملنے کا مشتاق ہوتا ہے تو اس کو وقت اور جگہ پابند سلاسل نہیں کر سکتے ہیں، جنونِ عشق اس کو دیوانہ وار معشوقہ کی طرف کھینچ کر لے چلتا ہے، اسی طرح کے ایک واقعہ کا شاعر نے اس قصیدہ میں تذکرہ کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ اس نے محبوبہ سے ملاقات کے لئے صبح کے وقت کا انتخاب کر کے اس کے گھر پہونچا، یہاں اس نے اپنی محبوبہ کو ایسے زیورات سے آراستہ پایا جو نگاہوں کو خیرہ کرنے والے تھے، اس سے شاعر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اس کی محبوبہ کا تعلق کسی معمولی خاندان سے نہیں ہے بلکہ وہ انتہائی معزز اور دولتمند گھرانے سے تعلق رکھتی ہے، پھر وہ اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے عمدا اپنی نظریں محبوبہ سے پھیر لیں تا کہ لوگوں پر عشق کا راز ظاہر نہ ہو، پھر وہ کہتا ہے کہ محبوبہ کے گھر کے ارد گرد سخت پہرہ کے باوجود میری اس تک رسائی نے محبوبہ کو اس حد تک حیرت میں ڈال دیا کہ اس نے اپنی سہیلیوں سے اور ہمنشیوں سے آخر پوچھ ہی لیا کہ اس نوجوان عاشق کی اس حرکت پر کیا انہیں بھی حیرت ہوئی ہے کہ اس نے نہ پہرہ کو دیکھا، نہ ہی اپنے پکڑے جانے کا اس کو خوف ہوا اور نہ ہی اس نے اپنی جان کی پرواہ کی؟ قبل اس کے کہ وہ کچھ جواب دیتیں شاعر خود یہ کہتا ہے کہ میں نے جوابا عرض کر دیا کہ جو سچے عاشق ہوتے ہیں انہیں اپنے محبوب کے وصال سے نہ کوئی روک سکتا ہے اور نہ ہی کسی کا خوف وڈر، اس ملاقات کا شاعر کی طبیعت پر جو اثر پڑا اس کو بیان کرتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ اس ملاقات سے شاعر کی طبیعت بے انتہا مسرور وشادماں ہوئی، آخر طبیعت کو سکون وقرار کیوں نہ آتا، محبوبہ کا حسن وجمال ہی اس حد تک جاذب تھا کہ محبوب ہی کیا ہر کس وناکس کو وہ پہلی ہی نظر میں بھا جاتی تھی۔

نمونہ کے امتحانی سوالات

(۱) اموی دور میں غزل کی ترقی کے اسباب پر روشنی ڈالئے

(۲) مندرجہ ذیل اشعار کا ترجمہ کیجئے

ولقد دخلتُ الحيَّ تخشى أهله　　بعد الهدوء وبعد ما سقط الندى

فوجدت فيه حرّة قد زينت　　بالحلی تحسبه بها جمرَ الغضا

لما دخلت منحتُ طرفي غيرها　　عمدا مخافة أن يری ريعُ الهوی

كيما يقول محدث لجليسه　　كذبوا عليها، والذی سمک العلی

قالت لأتراب نواعم حولها　　بيضِ الوجوه خرائد مثلِ الدّمی

(۳) عمر بن ابی ربیعہ کی زندگی پر مفصل نوٹ تحریر کیجئے

(۴) ذیل میں درج کئے گئے الفاظ کی لغوی تحقیق کیجئے

حرة ۔ الندی ۔ أطراف ۔ تخشى ۔ جمرة ۔ الحي

(۵) غزل کی اصطلاحی تعریف لکھئے

(۶) عمر بن ابی ربیعہ کے اسلوب کی خصوصیات واضح کیجئے

مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

۱۔ الشعر والشعراء لابن ابی قتیبة

۲۔ العقد الفرید لابن عبد ربہ

۳۔ تاریخ آداب اللغة العربی لجرجی زیدان

۴۔ المفصل فی تاریخ الأدب العربی لاحمد الاسکندری

۵۔ تاریخ الأدب العربی لاحمد حسن الزیات

۶۔ تاریخ الأدب العربی لشوقی ضیف

۷۔ تاریخ الأدب العربی لعمر فروخ

۸۔ تطور الغزل بین الجاہلیة والاسلام للدکتور شکری الفیصل

۹۔ عربی ادب کی تاریخ از عبد الحلیم ندوی

تمہید

النقائض

عربی ادب میں سیاسی شاعری کے ضمن میں، شعراء کی آپس کی نوک جھونک یا ''نقیضہ گوئی'' نے جن شعراء کو شہرت دوام بخشی، اور جن کی وجہ سے عربی شاعری میں یہ نئی صنف ایک زمانہ تک خوب چمکی، اخطل، جریر اور فرزدق کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، ان تینوں نے اور ان کے ساتھ ان کے ساتھی شعراء نے شہر بصرہ کے ادبی مرکز ''مربد'' میں ہجو گوئی، پھبتی کسنے اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے میں وہ شعری معرکہ گرم کیا تھا کہ جس کی مثال پھر عربی ادب میں نہ مل سکی، ان تینوں شعراء میں اخطل سب سے زیادہ معمر تھا اور موت نے جلد ہی اسے اس معرکہ آرائی سے نجات دے دی، باقی دونوں جریر اور فرزدق میدان میں ڈٹے رہے اور تقریبا پچاس سال تک ایک دوسرے کی ذاتی ہجو کے ساتھ ایک دوسرے کے ماں باپ، آل واولاد، خاندان اور قبیلہ کی دھجیاں بکھیرتے رہے، اور یہ سلسلہ دراز اس وقت ختم ہوا جب فرزدق کی آنکھیں بند ہو گئیں، اور جریر ان سب میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے میدان میں تنہا رہ گیا۔

نقیضہ کیا ہے؟

نقیضۃ واحد اور اس کی جمع ''نقائض'' ہے، نقیضہ اس قصیدہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ ایک شاعر اپنے مخالف شاعر کے قصیدہ کا جواب اسی بحر اور اسی قافیہ میں اس طرح دیتا ہے کہ مخالف شاعر کے معانی ومطالب کو الٹ کر اسی کے خلاف استعمال کر دیتا ہے، چناں چہ حریف کے فخریہ مضامین کو ہجو میں تبدیل کر کے یہ دعوی کرتا ہے کہ صحیح فخر کا مستحق وہ خود ہے نہ کہ حریف شاعر.

نقائض عام طور سے لمبے ہوتے تھے، جس میں شاعر خاص طور سے اپنی ذات، اپنی قوم، اور اپنی ذاتی خوبیوں، جیسے شعروشاعری میں اپنی امتیازی شان کا ذکر کرتا یا سخاوت وبہادری پر فخر کرتا تھا، پھر اپنی قوم اور ان کی خوبیوں اور ان کے کارناموں کو گنا کرتا تھا، جیسے جنگوں میں کامیابی، وعدوں کا پورا کرنا، یا ان کی دادودہش اور سخاوت کا ذکر کرتا یا اپنی یا اپنے خاندان اور قبیلہ کی عزت بچانے کی خاطر جو کارہائے نمایاں اسلاف نے انجام دئے تھے یا قبیلہ کی عزت اور شان وشوکت بڑھانے کے لئے جو کام کئے تھے ان کو بڑھا چڑھا کر ذکر کر کے فخر کرتا تھا، اس کے بعد حریف شاعر، اس کی قوم، اس کے خاندان اور قبیلہ کی جھوٹی سچی برائیاں ڈھونڈھ کر لاتا تھا اور ان کو بیان کر کے اس کی دھجیاں بکھیر دیتا تھا، جیسے ان کو زبان وبیان سے کیا تعلق، وہ تو گونگے لوگ ہیں، یا ان جنگوں کا ذکر کرتا تھا جن میں حریف شاعر کا قبیلہ شکست کھا گیا تھا، یا ان کے وعدہ شکنی کے واقعات کو یاد دلا کر ان کو غیرت دلاتا، یا ان کی بے حیائی یا نیچ حرکتوں کو یاد دلا کر اس کو شرم دلاتا، اور اگر اس قسم کی کوئی برائی تاریخی اعتبار سے اس قبیلہ میں نہ ملتی تو اپنی طرف سے گڑھ کر اور ان کی طرف منسوب کر کے اس کا مذاق اڑاتا۔

نقائض میں ہجو کرتے وقت شعراء اکثر حد اعتدال سے بڑھ جاتے تھے، چنانچہ فحش گوئی، اخلاق سے گری ہوئی بات، یا معیار سے گری ہوئی باتیں کہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، ہاں ایک بات کا ضرور خیال رکھتے جو بھی برائیاں بیان کی جائیں، دھوکہ بازی اور اخلاقی برائیاں جیسے زنا، جھوٹ، بے وفائی اور غداری وغیرہ، لیکن اگر حریف شاعر میں کوئی جسمانی خرابی ہے یا اعضاء وجوارح میں کوئی فطری کمی ہے، جیسے لنگڑا ہے، یا لولا ہے، یا کانا ہے، یا اندھا ہے، تو اس کی طرف ہلکا سا اشارہ بھی نہیں کرتے تھے، بعض شعراء نے شاعر کی غربت یا جسمانی کمزوری وغیرہ کو کبھی ذکر بھی کیا تو عوام اور نقاد نے اس کو ناپسند کیا۔

نقائض کی لغوی اور ادبی حیثیت

اسلوب بیان اور الفاظ کی سج دھج کے نقطہ نظر سے نقیضہ پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ نقائض کے شعراء نے ایسا اسلوب بیان اختیار کیا ہے جس میں موقع اور محل کے اعتبار سے ایسے خوب صورت، موزوں اور منتخب الفاظ استعمال کئے ہیں جن کے ذریعہ معانی ومطالب کھل کر واضح شکل میں سامنے آجاتے ہیں اور کسی قسم کی لفظی یا معنوی تعقید یا ابہام نہیں رہ جاتا ہے، اور ہر خاص وعام نہ صرف اس سے لطف لیتا ہے بلکہ اس انداز بیان کی داد دیتا ہے، اس طرح ان شعراء نے زبان کی صفائی اور پاکیزگی اور اثر اندازی کو پوری طرح نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اس کو جلا بخشی۔

اس زمانہ میں جب کہ اعاجم (غیر عرب) کی وجہ سے عربی زبان وبیان میں عجمی الفاظ اور غیر عربی تعبیرات آنے لگی تھیں، شعراء نقائض اور خاص طور سے فرزدق نے اس کا اہتمام رکھا کہ خالص عربی الفاظ، اور خالص عربی تعبیرات استعمال کرے اور قدیم اسلوب اور مروج ومقبول طرز ادا کو محفوظ رکھے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ اگر فرزدق نہ ہوتا تو ایک تہائی اور بعض کے قول کے مطابق دو تہائی زبان ختم ہو جاتی، اس طرح ان شعراء نے الفاظ کے معانی ومطالب ان کی موزوں جگہ پر استعمال کرتے ہوئے اور ان کی شان وشوکت محفوظ رکھ کر عربی زبان کو بگڑنے سے بچا لیا۔

نقائض کے سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ نقائض نے شعروادب میں ایک نئے صنف سخن کا اضافہ کیا جو اب تک عربی شاعری میں اتنی وضاحت اور مؤثر طریقے سے نہیں ابھرا تھا، اور وہ ہے ''سیاسی شاعری''۔

نابغہ الذبیانی کے کلام میں ملوک حیرہ وغسان کے سلسلہ میں کچھ سیاسی رنگ کی شاعری ملتی ہے، مگر اس زمانے میں شعراء نقائض نے اس رنگ کو اتنا نکھارا اور عوام وخواص نے اس کو اتنا پسند کیا کہ آگے چل کر اس نے ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کر لی، جس میں بہت سے نامی گرامی شعراء ابھر کر سامنے آئے، جنہوں نے زبان وبیان کو ترقی دینے میں بڑا اہم رول ادا کیا، اور اس میں قدیم رنگ کو برقرار رکھتے ہوئے جدید آراء وافکار اور خیالات وجذبات کو نئے حالات میں نئے رنگ اور نئے ڈھنگ سے اس طرح پیش کیا کہ خالص عربی زبان وبیان کی بالادستی، اور اس کا وقار اور اس کی جاذبیت واثر اندازی بدستور قائم رہی، یہ صنف شاعری بڑی شاندار اور جاندار ہے، اس میں بہت سے نامور شعراء پیدا ہوئے جن میں ممتاز اخطل، فرزدق وجریر تھے۔

اغراض ومقاصد

اس اکائی کو پڑھنے سے اموی دور کے اصناف سخن میں سے ایک اہم صنف ''النقائض'' اور اس کے مشہور شعراء خاص طور پر فرزدق کے بارے میں، اس کی زندگی اس کی شاعری، اسلوب اور انداز بیان اور فن شعر میں اس کی اہمیت اور مقام کے تعلق سے ضروری معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

اقتباس۔۔فرزدق

إن الذی سمک السماء بنی لنا … بیتا، دعائمہ أعز وأطول

بیتا بناہ لنا الملیک، وما بنی … حکم السماء، فإنہ لا ینقل

بیتا زرارة محتب بفناءہ … ومجاشع وأبو الفوارس نھشل

یلجون بیت مجاشع، وإذا احتبوا … بزوا کأنھم الجبال المثل

لا یحتبی بفناء بیتک مثلھم … أبدا، إذا عد الفعال الأفضل

من عزھم جحرت کلیب بیتھا … زربا، کأنھم لدیہ القمّل

ضربت علیک العنکبوت بنسجھا … وقضی علیک بہ الکتاب المنزل

أین الذین بھم تسامي دارما … أم من إلی سلفي طھیة تجعل

یمشون فی حلق الحدید کما مشت … جرب الجمال بھا الکحیل المشعل

والمانعون، إذا النساء ترادفت … حذر السباء جمالھا لا ترحل

صاحب اقتباس کا تعارف

پیدائش اور حالات زندگی:

ابوفراس ہمام بن غالب تمیمی کی ولادت و پرورش بصرہ میں ہوئی، وہ آغوش ادب میں پلا، فصاحت کے ماحول میں جوان ہوا، اس کا باپ اسے شاعری پڑھانے اور شعر سکھانے لگا حتی کہ اس کی طبیعت شاعری سے مانوس ہوگئی اور اس کی زبان سلیس ہوگئی، جنگ جمل کے بعد ایک دن اس کے والد اس کو لیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، تو حضرت علی رضی اللہ نے اس سے کہا کہ اس بچہ کو قرآن مجید پڑھاؤ، یہ اس کے لئے شاعری سے بہتر ہے، یہ الفاظ فرزدق کے دل پر نقش ہوگئے، جب یہ بڑا ہوا تو اس نے قرآن مجید حفظ کرنے کا پختہ عزم کیا اور اپنے آپ کو بیڑیوں میں مقید کرلیا اور قسم کھائی کہ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد کھولے گا، چنانچہ اس نے اپنی قسم سچی کر دکھائی اور اس نے حفظ مکمل کرلیا۔

اس کے بعد یہ مصری حکمرانوں کے پاس چلا گیا کبھی ان کی مدح کرتا اور کبھی ہجو کرتا، کبھی وہ اس کو اپنا مقرب بنا لیتے اور کبھی اسے راندہ درگاہ بنا دیتے، پھر اس نے شام میں اموی خلفاء کی مدح سرائی کی خصوصا عبدالملک بن ہشام نے اس کو تحفے تحائف دیئے لیکن آل علی کی حمایت کی وجہ سے یہ ان میں کامیابی حاصل نہ کرسکا۔

فرزدق جریر کا ہم عصر تھا، ان دونوں میں آپس میں منافرت اور حسد تھا، جریر اور بعیث نامی شاعر کے درمیان ہجو گوئی کا مقابلہ ہو رہا تھا حتی کہ فرزدق بعیث کی صف میں کھڑا ہوگیا اور اس کی مدد کی، جریر کو غصہ آیا، اس نے فرزدق کی ہجو کی، فرزدق نے اس کے جواب میں ہجو کہہ دی، پھر یہ ہجو یہ شاعری کا سلسلہ دس سال تک چلتا رہا، دونوں کے ذہن کھل گئے اور زبانیں تیز ہوگئیں، جس نے ان کی برجستہ گوئی، مناظرہ اور صدق نگاہ کی قوت کو بڑھا دیا، لوگ ان دونوں شاعروں کے بارے میں دو حصوں میں بٹ گئے اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے شاعر کی کھل کی حمایت کی، حامیان فرزدق میں سے تو ایک شخص نے اعلان کردیا تھا کہ جو فرزدق پر جریر کو غالب کردے اسے چار ہزار درہم اور ایک گھوڑا انعام میں دیا جائے گا، آل علی کی مدافعت میں فرزدق نے بعض شاندار قصیدے کہے ہیں جو اس کے قصائد میں شاہکار شمار کئے جاتے ہیں، جن میں اس نے ان کی کھل کر حمایت کی ہے اور شجاعت دکھلائی ہے، مثلا ہشام بن عبدالملک سے اس کی ملاقات کا واقعہ، جب ہشام نے لوگوں کی نگاہ میں علی بن حسین کی والہانہ عقیدت دیکھی تو تجاہلانہ انداز میں لوگوں سے پوچھنے لگا، یہ کون ہے؟ تو فرزدق کو یہ سوال سن کر بہت دکھ ہوا، اس نے اس کے جواب میں ایک قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے

ھذا الذی تعرف البطحاء وطاتہ … والبیت یعرفہ والحل والحرم

یہ وہ ہستی ہے کہ سرزمین بطحاء جس کے قدموں کی چاپ کو پہچانتی ہے، خانہ کعبہ، حل اور حرم سبھی مقامات اسے جانتے ہیں۔

تو ہشام نے اسے قید کردیا، پھر جب اس نے ان کی ہجو کی تب جا کر کہیں چھوڑا، فرزدق تقریبا ۱۱۰ھ میں سو سال کی عمر پا کر فوت ہوا۔

فرزدق کی شاعری:

فرزدق کو اپنی اصلیت اور خاندان پر بڑا ناز تھا، اسے اپنے آباء واجداد کے کارنامے بیان کرنے اور سنانے کا بہت شوق تھا حتی کہ وہ خلفاء کے سامنے بھی اس کا اظہار کرنے سے نہ رکتا، اسی بناء پر اس کی شاعری میں فخریہ عنصر نمایاں ہے، فخریہ کلام میں زوردار الفاظ، شوکت اسلوب، غیر مانوس الفاظ، واقعات عرب اور ان کے حسب ونسب کا ذکر، طرز بیان میں پختگی کی ضرورت پڑتی ہے، تقریبا یہ سب عناصر فرزدق کی شاعری میں پائے جاتے ہیں، اسی بناء پر راوی اور نحوی اس کی شاعری کو ترجیح دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''اگر فرزدق کی شاعری نہ ہوتی تو عربی زبان کا ایک تہائی حصہ تلف ہو جاتا'' اس کے باوجود وہ اپنے اشعار کی درشتی سے ہمیشہ نالاں رہا اور اس کی آرزو رہی کہ اسے جریر کی رقت آمیزی مل جائے، اس بات کی تائید اخطل کے اس فیصلہ سے ہوتی ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ ''فرزدق چٹان سے شعر نکالتا ہے جبکہ جریر سمندر سے چلو بھر کہتا ہے'' علاوہ ازیں فرزدق ہجو گوئی میں سخت، وصف بیان میں جدت طراز، مدح میں درمیانہ اور مرثیہ گوئی میں متاثر کن نہیں ہے۔

اقتباس کا ترجمہ

(۱) وہ ذات جس نے آسمان کو بلندی عطا کی اسی نے ہمارے لئے ایک ایسا گھر بنایا جس کے ستون نہایت باعزت اور بلند ہیں

(۲) وہ ایک ایسا گھر ہے جس کو ہمارے لئے مالک حقیقی نے بنایا اور جس کو آسمان کے حاکم نے بنایا ہو ظاہر ہے کہ وہ منتقل نہیں کیا جا سکتا

(۳) ایک ایسا گھر جس کے صحن میں زرارہ اور مجاشع اور ابوالفوارس نہشل حبوہ باندھ کر بیٹھا کرتے تھے

(حبوہ: سرین کے بل بیٹھ کر گھٹنے کھڑے کر کے ان کے گرد سہارا لینے کے لئے دونوں ہاتھ باندھنا یا کمر اور گھٹنوں کے گرد کپڑا باندھنا (سادات عرب اکثر اس طرح بیٹھا کرتے تھے)

(۴) مجاشع کے گھر لوگ کثرت سے آتے جاتے ہیں اور جب وہ حبوہ باندھ کر بیٹھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے نصب کئے ہوئے بلند قامت پہاڑ ہیں

(۵) جب شاندار کارناموں کا تذکرہ کیا جائے گا تو ان جیسے شرافت کے حامل لوگوں کا تیرے گھر کے صحن میں حبوہ باندھ کر بیٹھنے کا تذکرہ کبھی نہیں آئے گا

(۶) ان کی شان وشوکت سے مرعوب ہو کر اہل کلیب اپنے گھر میں گھس جاتے ہیں، گویا کہ وہ ان کے مقابلہ میں بِجُّوں کے مانند ہیں

(۷) مکڑی نے تجھ پر اپنا جالا تان دیا ہے اور نازل شدہ کتاب (قرآن مجید) نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے

(۸) کہاں ہیں وہ لوگ جن کے ذریعہ تم دارم کی عزت وشرافت کا مقابلہ کر سکو، یا تم طہیہ کی نسل کے مقابلہ میں کسی کو پیش کر سکو ؟

(۹) وہ لوہے کی زنجیروں میں ایسے چلتے ہیں جیسے تارکول ملے ہوئے خارش زدہ اونٹ چلتے ہیں

(۱۰) وہ اپنے ساتھ بیٹھنے والی عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں، قیدی بنا لئے جانے کے خوف سے اپنے اونٹوں کو نہیں بھگایا کرتے

لغوی تحقیق

سمک یسمک (ن) سمکا	بلند کرنا، اونچا کرنا
سماء (ج) سماوات	آسمان
بنى يبنى بناء (ض)	تعمیر کرنا، عمارت کھڑی کرنا، بنانا
بيت (ج) بيوت	گھر
دعامة (ج) دعائم	ستون پلر
أعز (اسم تفضيل)	نہایت عزت والا
أطول (اسم تفضيل)	بہت لامبا
مليك	بادشاہ
حكم	ثالث پنچ
نقل ينقل (ن) نقلا	منتقل کرنا
فِناء (ج) أفنية	صحن آنگن
احتبى يحتبي (افتعال) احتباء	سرین کے بل بیٹھکر گھٹنے کھڑے کر کے ان کے گرد سہارا لینے کے لئے دونوں ہاتھ باندھنا یا کمر اور گھٹنوں کے گرد کپڑا باندھنا، حبوہ باندھنا (سادات عرب اکثر اس طرح بیٹھا کرتے تھے)
ولج يلج ولوجا (ض)	داخل ہونا
برز يبرز بروزا (ن)	ظاہر ہونا، نمایاں ہونا
جبل (ج) جبال	پہاڑ
أبدا	ہمیشہ
عد يعد عدا (ن)	شمار کرنا، گننا
الفعال	اچھا یا برا کارنامہ، قابل تعریف کام
الأفضل (اسم تفضيل كا صيغہ)	بہت عمدہ
عز	عزت، غلبہ
جحر يجحر جحرا (ف)	بل میں گھسنا، سوراخ میں داخل ہونا
زرب	داخل ہونے کا راستہ یا جگہ، بھیڑ بکریوں کا باڑہ، وہ گڑھا جس میں شکاری گھات لگاتا ہے
لدى	پاس، سامنے

القمل	جوں
ضرب یضرب ضربا	مارنا، تاننا
عنکبوت (ج) عناکب	مکھڑی
قضی یقضی قضاء (ض)	فیصلہ کرنا
نزل ینزل تنزیلا (تفعیل)	نازل کرنا
سامی یسامی مساماۃ (مفاعلہ)	بلندی میں یا عزت وشرافت میں مقابلہ کرنا

جعل یجعل جعلا (ف)	بنانا، مقرر کرنا
مشی یمشی مشیا (ض)	چلنا
حلق	گھیرا، زنجیر کا کڑا
الحدید	لوہا
جرب یجرب جربا (س)	خارش زدہ ہونا، خارش میں مبتلا ہونا
جمل (ج) جمال	اونٹ
الکحیل	تارکول، رقیق کالا پٹرول جو اونٹوں کو ملا جاتا ہے، گندھک

المانعون	روکنے والے، بچانے والے
نساء	عورتیں
ترادف یترادف ترادفا (تفاعل)	ایک دوسرے کے پیچھے چلنا

حذر یحذر حذرا (س)	بچنا، ڈرنا، چوکنا رہنا، محتاط رہنا
سباء	قید
سبی یسبی سبیا وسباء (ض)	قیدی بنالینا، قید کرلینا
رحل یرحل رحلا (ف)	روانہ ہونا، کوچ کرنا
زرارۃ	حاجب بن زرارہ
مجاشع نہشل	فرزدق کے اجداد
کلیب	قبیلہ کا نام

ادبی صنف کا تعارف

مذکورہ بالا اشعار کا تعلق اصناف شعر میں ''النقائض'' سے ہے۔

متن اقتباس کا موضوع

مذکورہ بالا اشعار کا موضوع اپنے خاندان پر فخر اور جریر کی ہجو ہے۔

متن کی توضیح وتشریح

عموماً اہل عرب خاندانی شرافت ونجابت، نسلی امتیاز اور موروثی فضائل وکمالات پر فخر کیا کرتے تھے، اسی نہج کو اختیار کرتے ہوئے شاعر اس شعر میں اپنے خاندان وقبیلہ کی عزت وشرافت، رفعت وعظمت کو اللہ کی عطا کردہ نعمت قرار دیتے ہوئے کہتا ہے کہ جس عزت وشرافت کو اللہ نے کسی کے ساتھ خاص کیا ہو، تو یہ ممکن ہی نہیں کہ دوسرے لوگ اس کو اپنی کدوکاوش سے حاصل کرسکیں، اپنے قبیلہ کے رؤساء واشراف کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ وہ لوگوں میں اتنے مقبول ومعروف تھے کہ کثیر تعداد میں لوگ ان سے رجوع ہوکر اپنے مسائل کی یکسوئی کیا کرتے تھے اور ان کو اپنا حکم مانتے ہوئے نزاعی معاملات میں ان کے فیصلوں کو بلا چوں وچراں تسلیم کرتے تھے، ان لوگوں کی نشست عموماً سادات عرب کی سی ہوتی تھی، ان کی قد وقامت ایسی تھی کہ وہ بیٹھیں بھی تو ایسا لگتا تھا کہ اونچے پہاڑ ہیں. فضل وکمال اور غیر معمولی صلاحیت اور قابلیت میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا، ان کے رعب ودبدبہ اور شجاعت وبہادری کا یہ عالم تھا کہ کلیب جیسا طاقتور اور مضبوط قبیلہ جب ان سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کرتا ہے تو

پھر دوسرے قبائل کا شمار ہی کیا، بعد ازاں شاعر اپنے دشمن کو کمزوری میں مکڑی کے گھر سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ قرآن مجید میں مکڑی کے گھر کو اللہ تعالی نے سب سے کمزور اور ناپائیدار گھر قرار دیا، پھر شاعر اپنے حریف کو للکارتے ہوئے کہتا ہے کہ تمہارے پاس ایسے سربر آوردہ شخصیتیں ہی کہاں ہیں جو دارم کی ہمسری کا دعوی کرسکیں یا طہیہ کے خاندان کی نظیر پیش کرسکیں، جنگ کے دوران اپنے پاؤں سے زنجیر لپیٹے ہوئے بھی وہ اتنا تیز چلتے ہیں جیسے تارکول ملے ہوئے خارش زدہ اونٹ ہوں، ان کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ عورتوں کی عزت وناموس کی حفاظت کے علمبردار ہیں اور اس سلسلہ میں ان سے جو بھی کوشش ہوسکتی ہے وہ اس سے گریز نہیں کرتے تھے، اور ان سے جو بھی بن پڑتا ہے وہ اس سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

متن کی خصوصیات

عام طور پر فرزدق جب کسی کی ہجو کرتا ہے پہلے اس کے مقابلہ میں اپنے خاندان وقبیلہ کے فضائل اور ان کے کارنامے بیان کرتا ہے، ان کی خوبیوں اور امتیازی کارناموں کو گنا کر مخالف کی ہجو کرتا ہے، مندرجہ بالا اشعار میں بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ فرزدق نے اپنے قصیدہ کو شروع کیا ہے اس بات پر فخر کرتے ہوئے کہ جس خدا نے اتنا بلند آسمان بنایا ہے اس نے ہمارا اتنا معزز مشہور اور مضبوط خاندان بنایا ہے کہ اس کی دوسری مثال اس نے نہیں بنائی، پھر وہ اپنے خاندان کے بعض بزرگوں کا تذکرہ کرتا ہے، ان کی سخاوت وداد دہش اور ان کی عقلمندی اور قوی ہیکل کا تذکرہ کرنے کے بعد جریر کی ہجو شروع کر دیتا ہے، اس کو عار دلاتے ہوئے کہتا ہے نہ تمہارے پاس یہ خاندانی پس منظر ہے اور نہ ہی تم اس لائق ہو ہمارے خاندان کا مقابلہ کرسکو، بغیر کسی لچک کے دوٹوک انداز میں فرزدق نے اپنے مافی الضمیر ادا کیا ہے۔

اسلوبی خصوصیات

فرزدق کا کلام بڑا پرشکوہ، مبالغہ آمیز، ثقیل اور بھاری بھرکم الفاظ کا مرقع ہوتا ہے، وہ معانی ومطالب میں بڑی گہرائی پیدا کرتا ہے اور دقیقہ سنجی سے کام لیتا ہے، اس کا اسلوب کلام اور انداز گفتار بڑا ٹھوس اور گھمبیر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اس کے کلام سے صرف پڑھا لکھا طبقہ اور خاص ادبی ذوق رکھنے والے علماء ہی لطف لیتے ہیں، جاہلی دور کے شعراء کی فصاحت وبلاغت، انداز بیان اور اسلوب نگارش کی چھاپ اس کے قصائد میں نظر آتی ہے، معانی اور بدیع کی بے شمار مثالیں اس کے کلام میں جا بجا پھیلی ہوئی ہیں، ذیل میں کچھ مثالیں درج کی جاتی ہیں

''ان الذی سمک السماء'':

مخاطب کی تین حالتیں ہوتی ہیں:

پہلی حالت جس میں مخاطب خالی الذہن ہوتا ہے ایسی صورت میں جب خبر دی جاتی ہے تو کسی تاکیدی کلمہ کے بغیر دی جاتی ہے، اس قسم کی خبر کو خبر ابتدائی کہا جاتا ہے، جیسے زید قائم۔

دوسری حالت جس میں مخاطب خبر کے وقوع اور عدم وقوع کے بارے میں پس وپیش میں ہوتا ہے اور اپنی معلومات میں یقینی کیفیت سے واقفیت کا خواہاں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں مخاطب کے تردد کو دور کرنے کے لئے خبر کو کسی تاکیدی کلمہ سے موکد کر دیا جاتا ہے، اس طرح کی خبر کو خبر طلبی کہتے ہیں، جیسے اِن زیدا قائم۔

تیسری حالت جس میں مخاطب خبر کے وقوع کا منکر ہوتا ہے ایسی صورت میں منکر کے انکار کی نوعیت کے لحاظ سے خبر کو ایک یا ایک سے زائد تاکیدی کلمات سے موکد کر کے پیش کیا جاتا ہے تاکہ منکر کے انکار کا غبار چھٹ جائے، اس قسم کو خبر کو خبر انکاری کہا جاتا ہے، جیسے اِن زیدا لقائم۔

شاعر نے اس شعر کا آغاز کلمہ ''اِن'' سے کیا اور اپنی بات کو موکد کر کے مخاطب کے تردد کا ازالہ کا کر دیا، لہذا یہ خبر طلبی ہے (اس قسم کا تعلق علوم بلاغت کی تین اقسام میں سے علم المعانی سے ہے)

''بیتا بناہ لنا الملیک'':

اس شعر میں لنا جار مجرور کو فاعل پر مقدم کیا گیا ہے جب کہ عموما وہ فعل وفاعل کے بعد آتا ہے لیکن جب اس کو کسی جملہ میں فعل وفاعل پر مقدم کیا جاتا ہے تو اس سے جملہ میں حصر (قصر) کے معنی پیدا ہوتے ہیں، علوم بلاغت میں اس طرح کے عمل کو قصر سے تعبیر کیا جاتا ہے، قصر کی چار قسمیں ہیں ان میں سے ایک قسم ''تقدیم ماحقہ التاخیر'' (یعنی کلام میں جس کا درجہ بعد میں ہو اس کو پہلے ذکر کرنا) ہے، یہاں ''من عز ہم'' کا تعلق اسی قبیل سے ہے۔

''بنی لنا بیتا'' ''بیتا بناہ لنا الملیک'' ''بیتا زرارۃ محتب..'':

شاعر نے ''بیتا'' کے لفظ کو ایک سے زائد مرتبہ دہرایا ہے علم المعانی میں اس کو اطناب کہتے ہیں، اطناب کے معنی ہیں: کسی فائدہ کے پیش نظر معنی سے زائد الفاظ کا استعمال کرنا، اطناب کی ایک قسم تکرار ہے، جملہ کی تکرار کبھی اظہار حسرت کے لئے ہوتی ہے تو کبھی طول فصل کی وجہ سے تو کبھی کسی معنی ومفہوم کو سامع کے ذہن نشین کرانے کے لئے ممکن ہے کہ شاعر نے یہاں تیسرے معنی کی غرض سے لفظ بیت کی تکرار کی ہو۔

وما بناہ حکم السماء:

حکم السماء اللہ سبحانہ وتعالی کی ذات سے کنایہ ہے (اور یہ کنایہ عن الموصوف ہے).

''کأنہم الجبال المثل'':

اس جملہ میں تشبیہ مرسل ومجمل ہے مرسل اس لئے کہ اس میں حرف تشبیہ موجود ہے اور مجمل اس لئے کہ وجہ شبہ مذکور نہیں ہے۔

''کأنہم لدیہ القمل'':

اس جملہ میں تشبیہ مرسل ہے کیونکہ کہ اس میں حرف تشبیہ موجود ہے اور تشبیہ مجمل ہے اس لئے کہ وجہ شبہ مذکور نہیں ہے۔

''من عز ہم جحرت کلیب'':

اس شعر میں من عزہم‘‘ جار مجرور کو فعل وفاعل پر مقدم کیا گیا جب کہ عموماً وہ فعل وفاعل کے بعد آتا ہے لیکن جب اس کو کسی جملہ میں فعل وفاعل پر مقدم کیا جاتا ہے تو اس سے جملہ میں حصر (قصر) کے معنی پیدا ہوتے ہیں، علوم بلاغت میں اس طرح کے عمل کو قصر کہا جاتا ہے، قصر کی چار قسمیں ہیں ان میں سے ایک قسم تقدیم ما حقہ التأخیر ہے، یہاں ’’من عزہم‘‘ کا تعلق اسی قبیل سے ہے .

’’حجرت کلیب بیتھا زربا‘‘:

اس شعر میں شاعر کلیب کہکر اہل کلیب مراد لیا لہذا یہ مجاز مرسل ہے، اور یہاں علاقہ محلیت کا ہے، یعنی محل (کلیب) کہکر حال (اہل کلیب) مراد لیا گیا (مجاز مرسل کا شمار علم البیان میں ہوتا ہے).

’’این الذین بہم تسامی دارما‘‘:

اس شعر میں استفہام انکاری ہے، و نیز یہاں شاعر اپنے قبیلہ کی سیادت و بزرگی پر فخر کر رہا ہے، لہذا یہاں خبر اظہار فخر کے لئے ہے.

’’یمشون فی الحدید کما مشت‘‘:

اس جملہ میں تشبیہ مرسل ہے کیونکہ کہ اس میں حرف تشبیہ موجود ہے اور تشبیہ مجمل ہے اس لئے کہ وجہ شبہ مذکور نہیں ہے.

خلاصہ

ان اشعار میں شاعر فرزدق نے اپنے حریف جریر کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے خاندان و قبیلہ کی عزت و شرافت کی برتری ثابت کی ہے، جس کے لئے اس نے اپنے خاندان کی مشہور و معروف ہستیوں کا تذکرہ کیا ہے، جن میں زرارہ، مجاشع اور ابونہشل جیسی سربرآوردہ شخصیتیں شامل ہیں، شاعر کہتا ہے کہ یہ وہ سردار اور سربراہان قبیلہ تھے کہ لوگ کثرت سے اپنے مسائل کی یکسوئی کے لئے ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے، ان حضرات کی بیٹھک بھی کوئی معمولی بیٹھک نہیں ہوتی تھی بلکہ روساء عرب کی طرح وہ حبوہ باندھ کر بیٹھتے تھے، یہ نہ صرف عقلی اور فکری اعتبار سے ممتاز و نمایاں تھے بلکہ جسمانی ساخت اور اعضاء بدن کے اعتبار سے بھی بے انتہاء مضبوط اور فولادی جسم کے حامل تھے، قد کی اونچائی کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ بیٹھتے بھی تو ایسا محسوس ہوتا جیسے بلند قامت پہاڑ ہیں، پھر شاعر یہ کہتا ہے کہ ان کی یہ قوت و طاقت صرف سماج کی حد تک محدود نہیں بلکہ میدان کارزار میں بھی وہ پوری طرح جلوہ گر ہوتی ہے، وہ لوہے کی زنجیروں میں بھی۔ جس کو میدان جنگ میں اپنے عزم و حوصلہ کے اظہار کے لئے باندھ لیا جاتا تھا۔ اس برق رفتاری سے دشمن پر حملہ کرنے کے لئے اس کی طرف بڑھتے ہیں جیسے تارکول ملے ہوئے خارش زدہ اونٹ دوڑتے ہیں، ان کی بہادری کا یہ عالم ہے اور یہ اتنے نڈر اور بے خوف ہیں کہ انہیں اپنی شکست کا ذرہ بھر تصور بھی نہیں ہوتا ہے، اسی لئے وہ نہ کبھی گھبراتے ہیں اور نہ ہی میدان چھوڑ کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں، اس سے بڑھ کر ان کی جرأت و شجاعت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے اگر ان کے ساتھ پردہ نشیں خواتینوں اور دشمن سے ان کا آمنا سامنا ہو جائے تب بھی وہ ان خواتین کے قید کر لئے جانے کے خوف سے اپنے اونٹوں کو نہیں بھگاتے، بلکہ پورے استقلال اور پامردی کے ساتھ دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں، پھر آخر میں شاعر اپنے حریف کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ کیا تم میرے خاندان کے ان سرداروں اور بہادروں کے مقابلہ میں اپنے خاندان میں سے کسی کو بطور نظیر پیش کر سکتے ہو؟

نمونہ کے امتحانی سوالات

(۱) نقائض کے مشہور شعراء کی نشاندہی کرتے ہوئے نقیضہ کی تعریف لکھئے

(۲) نقائض کی لغوی اور ادبی حیثیت پر روشنی ڈالئے

(۳) مندرجہ ذیل اشعار کا واضح ترجمہ کیجئے

لا یحتبی بفناء بیتک مثلھم	أبدا، إذا عد الفعال الأفضل
من عزھم حجرت کلیب بیتھا	زربا، کأنھم لدیہ القمل
ضربت علیک العنکبوت بنسجھا	وقضی علیک بہ الکتاب المنزل
أین الذین بھم تسامي دارما	أم من إلی سلفي طھیۃ تجعل
یمشون فی حلق الحدید کما مشت	جرب الجمال بھا الکحیل المشعل
والمانعون، إذا النساء ترادفت	حذر السباء جمالھا لا ترحل

(۴) فرزدق کے حالات زندگی پر مفصل روشنی ڈالئے

(۵) فرزدق کے اسلوب کی خصوصیات کو واضح کیجئے

(۶) ذیل میں درج کئے گئے الفاظ کی لغوی تحقیق کیجئے

فناء۔ یحتبی۔ زرب۔ الحدید۔ الکحیل۔ عنکبوت۔ حجر۔ کلیب۔

(۷) متن کی توضیح و تشریح کیجئے

مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

الشعر والشعراء لابن ابی قتیبۃ

العقد الفريد لابن عبد ربہ
جمہرۃ أشعار العرب لأبی زید القرشی
طبقات فحول الشعراء لابن سلام الجمحی
معجم الأدباء لیاقوت الحموی
التطور والتجدید فی الشعر الأموی لشوقی ضیف
تاریخ الأدب العربی لحنا الفاخوری
تاریخ الأدب العربی لعمر فروخ
تاریخ الأدب العربی لاحمد حسن الزیات
عربی ادب کی تاریخ از عبد الحلیم ندوی

~~~~~~
~~~~~~

تمہید

اموی زمانہ کے مشہور اور چوٹی کے شعراء میں سے، اگر فطری ذوق اور بچپن کے کے سازگار ماحول کے علاوہ، سیاسی حالات، اور شعراء کی آپس کی جھڑپوں اور نوک جھونک نے جن کو عربی اصطلاح میں ''نقائض'' کہتے ہیں، کسی شاعر کو بادیہ یمامہ کے ایک غریب خاندان سے نکال کر بام عروج تک پہنچایا ہے تو وہ جریر ہے، جس نے شاید اپنے کلام کی ابتدا ہی نوک جھونک سے کی، اور وہ یوں کہ اس کا دادا الخطفی بہت بخیل آدمی تھا، ایک مرتبہ جریر نے اس سے کچھ روپئے مانگے مگر اس نے انکار کر دیا تو غصہ میں آ کر اس کی اس حرکت کی ہجو کر ڈالی کہ میں تو اس غلط فہمی میں تھا کہ آپ کا مال میرا مال ہے، لیکن جب تجربہ ہوا تو پتہ چلا کہ میں کتنے دھوکہ میں تھا۔

اغراض ومقاصد

اس اکائی کو پڑھنے سے آپ اموی دور کے مشہور شاعر جریر کی زندگی اور اس کا اسلوب، فن شعر میں اس کے مقام ومرتبہ کو جان سکتے ہیں۔

اقتباس۔۔۔جریر

أبت عيناک بالحسن الرقادا	وأنكرت الأصادق والبلادا
لعمرک إن نفع سعاد عني	لمصروف ونفعي عن سعادا
فلا دية سقيت ودیت أهلي	ولا قودا بقتلي مستفادا
ألما صاحبي نزر سعادا	لقرب مزارها وذرا البعادا
فتوشک أن تشط بنا قذوف	تكل نياطها القلص الجيادا
إليک شماتة الأعداء أشكو	وهجرا كان أوله بعادا
فكيف إذا نأت ونأيت عنها	أعزي النفس أو أزع الفؤادا
أتيح لک الظعائن من مراد	وما خطب أتاح لنا مرادا
إليک رحلت يا عمر بن ليلى	على ثقة أزورک واعتمادا
تعود صالح الأعمال إني	رأيت المرء يلزم ما استعادا

صاحب اقتباس کا تعارف

پیدائش اور حالات زندگی:

ابوحرزہ جریر بن عطیہ خطفی تمیمی مدینہ میں پیدا ہوا، دیہات میں پرورش پائی، جب جوان ہوا تو اس کی زبان فصیح، وجدان صحیح اور طبیعت شاعرانہ تھی، جس سے اس نے اپنے اندر شعر کہنے کی صلاحیت اور اسے پیش کرنے کی ہمت محسوس کی تو یہ فرزدق کے شہر بصرہ میں آیا تا کہ وہ سخی اور مالداروں سے مدد حاصل کرے، یہ وہاں کے بڑے بڑے لوگوں کی مدح وستائش کرتا اور اپنے بال بچوں کے لئے روزی کماتا، اس نے جب دیکھا کہ فرزدق کے پاس شاعری کی بدولت خوش حالی اور ظاہری ٹھاٹھ باٹھ ہے تو اس کے دل میں فرزدق کے متعلق حسد پیدا ہو گیا، یہ بھی اسی کی طرح تمیمی تھا، اس کے دل میں اس کے برابر اور اس کا ہم پلہ ہونے کا خیال ابھرا.

اس منافرت اور مزاحمت کے باعث ان کے مابین ہجو گوئی کے مقابلہ کے اسباب پیدا ہو گئے، جریر نے اپنے حریف کو قریب سے نشانہ مارنا چاہا تو دیہات کو چھوڑ کر بصرہ شہر میں سکونت اختیار کر لی، اور مربد پر چھا گیا، حجاج کے دربار میں پہنچا، اس نے بڑی آؤ بھگت کی، اس نے حجاج کی خوب مدح کی، جب عبدالملک کو یہ رپورٹ پہنچی تو اس نے اس کا حجاج کے پاس رہنا مناسب نہ سمجھا، حجاج نے خلیفہ کے دلی میلان کو سمجھتے ہوئے اسے اپنے بیٹے محمد کے ساتھ دمشق (دارالخلافہ) بھیج دیا، جب جریر عبدالملک کے پاس پہنچا اور دربار میں حاضری کی اجازت مانگی تو اس نے انکار کر دیا اور سخت برہمی اور دھمکی آمیز لہجے میں کہا ''بس تم حجاج کے لئے ہی ہو'' اس کے بعد وہ خلیفہ تک رسائی حاصل کرنے کے مختلف ذرائع واسباب تلاش کرنے لگا اور لوگوں سے سفارشیں کرواتا رہا حتی کہ اسے خلیفہ کو اپنا ایک قصیدہ سنانے کا موقع مل گیا جس کا مطلع یہ ہے:

أتصحو أم فؤادک غير صاح	عشية هم صحبک الرواح؟

جس شام تیرے ساتھیوں اور ہم جولیوں نے روانگی کا تہیہ کر لیا ہے کیا تو ہوش میں آئے گا یا اسی طرح مدہوش رہے گا؟

جب وہ اپنے اس شعر پر پہنچا

ألستم خير من ركب المطايا	وأندى العالمين بطون راح؟

کیا آپ تمام سواروں میں سب سے اچھے اور پوری کائنات میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے ہاتھوں کے مالک نہیں ہیں؟

تو عبدالملک مسکرا دیا اور کہنے لگا ''ہم ایسے ہی ہیں اور ایسے ہی رہیں گے'' اور جریر کو سو (۱۰۰) اونٹنیاں اور آٹھ (۸) اونٹ بطور انعام دیئے، یہ قصیدہ سنانے اور اخطل کی موت کے بعد جریر خلفاء کے نزدیک تمام شعراء سے زیادہ معزز ہو گیا، خصوصا عمر بن عبدالعزیز کی نظر میں اس کی وقعت بہت بڑھ گئی، مگر اس کی عزت افزائی نے مخالفین ہم عصروں کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑکا دی اور انہوں نے اس کے خلاف ہجو یہ جملے شروع کر دیئے، اس ہجو یہ لڑائی کو سیاسی حالات، فرزدق کی اشتعال انگیزی، جریر کی بد خلقی اور لوگوں کی مناظرہ بازی میں دلچسپی نے خوب اچھالا، جریر کے ساتھ اس مقابلہ میں اسی (۸۰) شعراء آئے، یہ

فرزدق اور اخطل کے سوا سب پر غالب آ گیا، یہ دونوں جم کر اس کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کے مابین ہجو گوئی کا مقابلہ جاری رہا، تا آنکہ اخطل فوت ہو گیا تو جریر یکسو ہو کر فرزدق کا مقابلہ کرنے لگا اور ان کے درمیان مشہور جوابی قصائد سامنے آئے جو عوام الناس میں خاصے مقبول ہوئے، اور شعراء بھی ان کی طرف متوجہ ہو گئے، پھر فرزدق کے دل میں کوئی خیال پیدا ہوا، وہ خود بخود رک گیا اور صوفی بن گیا، یہاں تک کہ وہ فوت ہو گیا، جریر بھی چند ماہ بعد اسی راستہ پر چلتا ہوا مر گیا اور ۱۱۰ھ میں یمامہ میں دفن ہوا۔

جریر کی شاعری:

جریر اخطل کی سی خباثت اور مے نوشی اور فرزدق کی درشتی اور بدکاری سے ہٹ کر پاکیزہ طبیعت، نزاکت احساس، عفت، صحیح اعتقاد اور خوش خلقی سے مزین تھا، اس کے اثرات اس کی شاعری میں نمایاں نظر آتے ہیں، وہ اپنے شیریں انداز غزل، حسن اسلوب، کڑوی ہجو، عمدہ مرثیہ گوئی اور تمام اصناف شعر میں عمدگی سے جولانی کرنے لگا، اس بناء پر وہ آسمان شاعری پر سب سے زیادہ درخشندہ اور شاعریت میں سب سے زیادہ کامل تھا، اس کی شاعری کو داد دینے والوں کی تعداد اخطل اور فرزدق سے زیادہ ہے، کیونکہ اول الذکر نے صرف مدح، ہجو اور خمریات میں نام کمایا اور مؤخر الذکر فقط فخریہ شاعری میں کمال کو پہنچا۔

اقتباس کا ترجمہ

(۱) مقام حسن میں تجھے نیند نہ آئی، اور تو نے قریبی دوستوں اور اپنوں کو غیر جانا

(۲) تیری زندگی کی قسم! سعاد کا فائدہ مجھ سے اور میرا فائدہ سعاد سے روک دیا گیا

(۳) اللہ تجھے خوش وخرم رکھے، تو نے نہ تو میرے اہل خانہ کا خون بہا دیا اور نہ ہی میرے خون ناحق کا بدلہ لیا گیا

(۴) اے میرے دوستو! تم دونوں (سواری سے) اترو تا کہ ہم سعاد کے مزار کی زیارت کرلیں، کیونکہ وہ قریب ہی ہے اور تم اس سے دوری اختیار نہ کرو

(۵) ممکن ہے کہ طویل سفر ہمیں (منزل سے) دور کر دے، یہ ایسا راستہ ہے جس کی دوری عمدہ جوان اونٹنیوں کو بھی تھکا دیتی ہے

(۶) دشمنوں کی لعنت وملامت کا میں تم ہی سے شکوہ کرتا ہوں، اور اس ہجر وفراق کا بھی جس کا آغاز ہی دوری سے ہوا

(۷) وہ وقت کتنا کٹھن ہوگا جب وہ مجھ سے دوری اختیار کرے اور میں بھی اس سے دوری اختیار کرلوں، (اس وقت) یا تو مجھے اپنے آپ کو دلاسہ دینا ہوگا یا پھر دل تھامنا پڑے گا

(۸) قبیلہ مراد کی پردہ نشیں خواتین تجھکو مہیا کی گئیں، اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوسکتی ہے کہ انہوں نے ہمارے لئے مراد مہیا کیا

(۹) اے عمر ابن لیلی! میں نے پورے بھروسہ اور اعتماد کے ساتھ تیرا رخ کیا ہے

(۱۰) نیک کاموں کی عادت اختیار کیجئے کیونکہ میں نے دیکھا کہ آدمی اسی چیز کا پابند ہوتا ہے جس کا وہ عادی ہوتا ہے

لغوی تحقیق

ابی یأبی إباء (ف)	انکار کرنا
عین (ج) عیون، أعین	آنکھ
الحسن	حسن وجمال
الرقاد	نیند
رقد یرقد رقودا (ن)	سونا
انکر ینکر إنکارا (افعال)	انکار کرنا
اصدق (ج) اصادق (اسم تفضیل کا صیغہ)	نہایت راست گو
بلد (ج) بلاد، بلدان	شہر
عمر (ج) أعمار (قسم میں عین کے فتحہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے)	حیات، زندگی
نفع (مصدر)	فائدہ، نفع، منافعہ
نفع ینفع نفعا (ف)	فائدہ پہنچانا
صرف یصرف صرفا (ض) عن	پھیرنا، روکدینا
دیۃ (ج) دیات	خون بہا
ودی یدی (ض)	قاتل کا مقتول کے ورثہ کو خون بہا ادا کرنا
سقی یسقی سقیا (ض)	سیراب کرنا
قود	قصاص، بدلہ
قتیل (ج) قتلی	مقتول

استفاد یستفید استفادۃ (استفعال)	فائدہ اٹھانا، حاصل کرنا
المّ یلم الماما (افعال)	واقف ہونا، جاننا
قرب	قریب، نزدیک
وذر یذر (ف)	چھوڑنا
بعاد	دوری
اوشک یوشک (افعال)	قریب ہونا
شط یشط شطا (ن)	دور ہونا، حد سے تجاوز کرنا
قذوف	طویل سفر
قذف یقذف قذفا (ض)	پھینکنا
اکل یکل اکلالا (ض)	تھکا دینا
نیاط	راستے کی دوری
قلوص (ج) قلص	تھکے ہوئے جسم کی جوان اونٹنی
جیاد	عمدہ، بہتر، اچھا
شماتۃ	دشمن کی مصیبت پر خوش ہونا، دوسرے کی تکلیف پر خوش ہونا
شمت یشمت شماتۃ (س)	دشمن کی مصیبت پر خوش ہونا، دوسرے کی تکلیف پر خوش ہونا
عدو (ج) اعداء، عِدی	دشمن
شکا یشکو شکایۃ (ن)	شکایت کرنا، گلہ کرنا
ہجر	فراق، قطع تعلق
نأی ینأی (ف)	دور ہونا
عزی یعزی تعزیۃ (تفعیل)	تسلی دینا، صبر کی تلقین کرنا، تسکین دینا
فؤاد (ج) افئدۃ	دل
أتاح یتیح اتاحۃ (افعال)	مہیا کرنا، فراہم کرنا
ظعینۃ (ج) ظعائن	پالکی، وہ عورت جو پالکی میں ہو، وہ عورت جو کجاوہ میں بیٹھی ہو، عورت
خطب (ج) خطوب	بڑی مصیبت
رحل یرحل رحلا (ف)	کوچ کرنا، رخت سفر باندھنا، سفر کرنا
ثقۃ	بھروسہ، اعتماد
وثق یثق ثقۃ (ض)	بھروسہ کرنا، اعتماد کرنا
زار یزور زیارۃ (ن)	دورہ کرنا، ملاقات کرنا
اعتماد	بھروسہ
اعتمد یعتمد اعتمادا (افتعال)	بھروسہ کرنا، اعتماد کرنا
تعود یتعود تعودا (تفعل)	عادی بننا
صالح الأعمال	اچھے کام
رأی یری رؤیۃ (ف)	دیکھنا
المرء	مرد، آدمی
لزم یلزم لزوما (س)	چمٹنا، لازم ہونا

مراد	ابن مالک بن مذحج
لیلی	خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کی دادی

ادبی صنف کا تعارف

مذکورہ بالا اشعار کا تعلق اصناف سخن میں ''مدح'' سے ہے۔

مدح سے مراد کسی باحیثیت آدمی یا کسی بادشاہ، وزیر یا سپہ سالار کے اخلاق فاضلہ کی تعریف وتوصیف ہے، یہ اخلاق حمیدہ شعراء کے نزدیک سخاوت وکرم، مہمانداری، بہادری، پاکدامنی و پاکبازی اورعدل وانصاف اور صلح صفائی وغیرہ ہوتے ہیں، چناں چہ جن لوگوں میں یہ صفات پائی جاتیں تھیں شعراء دل کھول کر ان کی تعریف کرتے تھے۔

ان کی تاریخی اہمیت یہ ہے کہ ان کی بدولت ہمیں بعض بادشاہوں، امراء اور رؤساء کے اخلاق وعادات، طرز زندگی اور بود و باش کا اندازہ ہوتا ہے اور اس طرح اس زمانہ کے کلچر کی ایک جھلک بھی سامنے آجاتی ہے۔

متن اقتباس کا موضوع

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مدح ہے۔

متن کی توضیح وتشریح

دورجاہلیت کے شعراء عموما اپنے قصیدوں کی ابتداء تشبیب سے کیا کرتے تھے، شاعر نے اسی روایتی طرز کو اختیار کرتے ہوئے اس قصیدہ آغاز کیا ہے جس میں محبوبہ سے دوری اور اس کے ہجر وفراق میں پیش آنے والے مصائب وآلام کا تذکرہ کرتا ہے، دراصل یہ قصیدہ اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (جو عدل وانصاف کی دنیا میں عمر ثانی کے نام سے جانے جاتے ہیں) کی شان اور مدح میں نظم کیا گیا ہے، وقد رحلت ....سے شاعر اپنے اصل مقصد کی طرف پلٹتے ہوئے خلیفہ کو براہ راست مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ خلیفہ کے جود وسخا پر بھروسہ کرتے ہوئے شاعر حاضر دربار ہوا ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ ان کے دربار میں شعراء کا داخلہ ممنوع تھا اور ان کی پذیرائی بھی نہیں ہوتی تھی، اس لئے شاعر خلیفہ سے التجا کرتا ہے کہ وہ حسب سابق شعراء کو عطایا اور انعامات سے سرفراز فرمائیں اور اس سلسلہ میں بخل سے کام نہ لیں، کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ جس چیز کا عادی ہوتا ہے اسی سے مانوس ہوتا ہے، وہ خلیفہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے آپ کے آباء واجداد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اموی حکومت کے بانی مروان بن الحکم جیسے بڑی بڑی شخصیتیں گذری ہیں، اس لئے آپ جیسے کریم النفس خلیفہ کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ آپ کے ابر کرم سے شعراء کا طبقہ محروم رہ جائے

۔

متن کی خصوصیات

شاعر نے اپنے کلام کی ابتدا جاہلی شعراء کے طرز پر تشبیب سے کی ہے، شروع کے آٹھ اشعار میں محبوبہ سے دوری کا شکوہ کرتے ہوئے اپنے مدعا کی طرف لوٹتا ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے خاندانی پس منظر اور عدل وانصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر اپنے بھرپور اعتماد کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی التجا پیش کرتا ہے، آپ کو جود وسخا کا منبع گردانتے ہوئے نیک کاموں کی تلقین کرتا ہے۔

اسلوبی خصوصیات

جریر چوں کہ فطری شاعر تھا، خوب صورت، سہل اور شیریں الفاظ کا انتخاب کر کے، حسین قافیوں اور ہلکے ہلکے معانی ومطالب، خوب صورت رمز وکنایہ، اور مناسب تشبیہ واستعارہ کے امتزاج سے اپنے کلام کو اتنا دل آویز، مؤثر اور سحر طراز بنا دیتا ہے ہر خاص وعام اس سے یکساں لطف لیتا ہے، ذیل کی کچھ مثالوں سے آپ اس کے فن کی خوبیوں کا ادراک کر سکتے ہیں

''لعمرک ان نفع سعاد عنی لمصروف'':

یہ خبر انکاری ہے کیونکہ اس جملہ کی ابتداء ایک سے زائد تاکیدی کلمات جیسے قسم اور ان ولام تاکید سے کی گئی ہے۔

''فلا دیۃ سقیت'':

''سقیت'' جملہ معترضہ ہے اور یہ اطناب ہی کی ایک قسم ہے۔

(جملہ معترضہ کی تعریف: اثناء کلام یا معنوی اعتبار سے دو متصل کلاموں کے درمیان ایک یا ایک سے زائد ایسا جملہ لایا جائے جس کا کوئی محل اعراب نہ ہو اسکو جملہ معترضہ کہتے ہیں۔)

''الما صاحبی'':

''الما'' امر کا صیغہ ہے، لہذا یہ انشاء طلبی ہے۔

''وذرا البعادا'':

''ذرا'' امر کا صیغہ ہے، لہذا یہ انشاء طلبی ہے۔

الیک شماتۃ الاعداء اشکو:

اس شعر میں جار مجرور اور مفعول کو فعل فاعل پر مقدم کیا گیا جبکہ ان دونوں کا درجہ اس کے بعد ہے جب کسی جملہ میں ان کو فعل وفاعل پر مقدم کیا جاتا ہے تو اس طرح کے عمل سے اس میں قصر (حصر) کے معنی پیدا ہوتے ہیں، علوم بلاغت میں اس طرح کے عمل کو قصر سے تعبیر کیا جاتا ہے، قصر کی چار قسمیں ہیں ان میں سے ایک قسم ''تقدیم ماحقہ التأخیر'' (یعنی کلام میں جس کا درجہ بعد میں ہو اس کو پہلے ذکر کرنا) ہے۔

فکیف اذ ائات ونأیت عنہا:

کیف استفہام کے لئے آتا ہے لہذا یہ انشاء طلبی ہے۔

الیک رحلت:

اس شعر میں جار مجرور کو فعل فاعل پر مقدم کیا گیا جبکہ وہ عموماً فعل کے بعد آتا ہے لیکن جب کسی جملہ میں اس کو پہلے لایا جائے تو اس طرح کے عمل کو علم المعانی میں قصر (حصر) کا نام دیا جاتا ہے، قصر کی چار قسمیں ہیں ان میں سے ایک قسم "تقدیم ماحقہ التأخیر" (یعنی کلام میں جس کا درجہ بعد میں ہو اس کو پہلے ذکر کرنا) ہے۔

یا عمر بن لیلی:

یا حرف نداء ہے لہذا یہ انشاء طلبی ہے.

تعوّد صالح الاعمال:

تعود فعل امر ہے لہذا یہ انشاء طلبی ہے.

انی رأیت المرء یلزم:

یہ خبر طلبی ہے کیونکہ یہاں سے جملہ کا آغاز کیا گیا ہے۔

خلاصہ

اس قصیدہ میں اموی دور کے مشہور شاعر جریر بن عطیہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی مدح کی ہے، آپ کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ آپ شاعروں کی ہمت افزائی نہیں فرماتے ہیں اور انہیں انعام واکرام سے نہیں نوازتے ہیں، شاعر نے قصیدہ کی ابتدا جاہلی شعراء کی تقلید کرتے ہوئے تشبیب سے کی، ابتدائی چند اشعار کے بعد شاعر اپنی مقصد کو بیان کرتے ہوئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے آپ کے دربار کا رخ متزلزل نہ ہونے والے بھروسہ پر کیا ہے، اور مجھے آپ کی سخاوت وکشادہ قلبی پر پورا اعتماد ہے کہ آپ ہماری درخواست کو رد نہ فرمائیں گے، شاعر نے خلیفہ سے یہ درخواست کی کہ جس طرح آپ کے آباء واجداد کے زمانہ سے یہ رسم چلی آرہی تھی کہ شعراء کو دربار خلافت میں نوازا جاتا تھا، ان کی ہمت افزائی کی جاتی تھی اور ان کے ساتھ انعام واکرام معاملہ ہوتا تھا، اسی طرح آپ سے امید ہے کہ آپ اپنے دربار میں شعراء کو نوازیں گے اور ان کا اکرام فرمائیں گے، اپنی بات کو مدلل کرنے کے لئے وہ یہ کہتا ہے کہ شعراء اب تک دربار خلافت سے انعامات پاتے رہے اور حکمرانوں کی نوازشوں سے مستفید ہوتے رہے، لہذا اب وہ ان چیزوں سے مانوس ہو چکے ہیں، یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ آپ جیسا خلیفہ - جو نسبا فاروقی اور مروان بن الحکم کے خاندان سے ہو۔ ان شعراء کو اب اپنی نوازشوں سے محروم کردے۔

نمونہ کے امتحانی سوالات

(۱) مندرجہ ذیل اشعار کا ترجمہ کیجئے

إلیک شماتة الأعداء أشکو	وهجرا کان أوله بعادا
فکیف إذ ائات ونأیت عنها	أعزي النفس أوأزع الفؤادا
أتیح لک الظعائن من مراد	وما خطب أتاح لنا مرادا
إلیک رحلت یا عمر بن لیلی	علی ثقة أزورک واعتمادا
رأیت المرء یلزم ما استعادا	رأیت المرء یلزم ما استعادا

(۲) جریر کے حالات اور اس کی زندگی پر ایک مفصل نوٹ لکھئے

(۳) مندرجہء ذیل الفاظ کی لغوی تحقیق کیجئے

أبی ۔ أصادق ۔ قود ۔ قتیل ۔ شماتة ۔ خطب۔

(۴) متن کا تعلق کس ادبی صنف سے ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے صنف کی تعریف تحریر کیجئے

(۵) متن کی توضیح وتشریح کیجئے

(٦) جریر کے اسلوب پر روشنی ڈالتے ہوئے متن کے بلاغتی پہلوؤں کو اجاگر کیجئے

مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

(۱) کتاب الأغانی

(۲) الشعر والشعراء لابن قتیبہ

(۳) عربی ادب کی تاریخ، از عبدالحلیم ندوی
(۴) وفیات الأعیان
(۵) طبقات فحول الشعراء لابن سلام الجمحی
(۶) التطور والتجدید فی الشعر الأموی لشوقی ضیف
(۷) العقد الفرید لابن عبد ربہ
(۸) تاریخ الأدب العربی لحنا الفاخوری
(۹) تاریخ الأدب العربی لعمر فروخ
(۱۰) جریر شخصیت اور شاعری، از ڈاکٹر عبدالباری